تذکرہ

حضرت قبلہ محمد سجّاد اللّٰہ شاہ صاحب

المعروف

مولانا عبدالقادر شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

غلام غوث خاں

۴۸۳۔ محمد زئی، شاہجہاں پور۔ ۲۴۲۰۰۱

تذکرہ

حضرت قبلہ **محمد سجّاد اللہ** شاہ صاحب

المعروف

مولانا **عبد القادر** شاہ صاحب

رَحمۃُ اللہ عَلَیہ

آسامی ثُمَّ شاہجہاں پوری



غلام غوث خاں

۴۸۳۔محمد زئی، شاہجہاں پور (یو.پی)

نام کتاب	:	تذکرہ۔ حضرت قبلہ سجاد اللہ شاہ صاحب المعروف مولانا عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مصنف	:	غلام غوث خاں Mob: 09455745991 ۴۸۳۔ محمد زئی، شاہجہاں پور
کمپوزنگ	:	وسیم مینائی Mob: 09335997763
سرورق	:	سعید ظفر چغتائی، پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج، شاہجہاں پور
ہدیہ	:	۱۰۰ روپے
تعداد	:	۱۱۰۰ (ایک ہزار ایک سو)
سن اشاعت	:	۲۰۱۳ء
مطبع	:	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔۶

☆ ملنے کا پتہ ☆

۱۔ غلام غوث خاں، ۴۸۳۔ محمد زئی شاہجہاں پور۔

۲۔ الحاج حافظ محمد انیس عطاری، مرکز دعوت اسلامی، اسٹیشن والی مسجد، شاہجہاں پور۔

۳۔ وسیم مینائی۔ مینائی بک سینٹر، تارین جلال نگر۔ شاہجہاں پور

فہرست مضامین

حصۂ اول

حیات وواقعات

حصۂ دوم
(منظوم)

حصہ سوم

☆☆☆

عرضِ حال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُلِہِ الکَرِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝
رب ذوالجلال کی حمد و ثنا کے لئے میں نے اس کے ہی سکھائے ہوئے کلمات کا سہارا لیا ہے کہ خود کے پاس وہ الفاظ نہیں جو اس کا حق ادا کر سکیں۔ رہا سوال مدح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس کے لئے بھی یہ منہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِکۡرَكَ کو کسی کی تعریف پہنچ نہیں سکتی۔ بس میں بھی۔

لایمکن الثناء کما کانٗ حقہٗ

بعد از خدا بزگ توئی قصہ مختصر

پڑھنے میں ہی اپنی سعادت اور عافیت سمجھتا ہوں۔ لاکھوں لاکھ درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کے حضور پیش کر کے کتاب کے تعلق سے عرض حال کرنا چاہتا ہوں۔

کتاب ''تذکرہ حضرت قبلہ محمد سجاد اللہ شاہ المعروف مولانا عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ'' آپ کے پیش نظر ہے۔ اس تذکرہ کو مرتب کرنے میں حضرت قبلہ مشتاق القادری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہِ عالیہ شمشیریہ، تلہر، ضلع شاہجہاں پور نے میری گرانقدر سرپرستی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اس کے علاوہ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے برکت علی

خاں صاحب منیجر پرتھا بینک رام پور، حضرت عبداللہ شاہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ رام پور کے سجادہ نشین حضرت سید چراغ علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ، الحاج حافظ منصور علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ محلہ محمد زئی، مولانا نور احمد صاحب مرحوم سابق امام وخطیب جامع مسجد شاہجہاں پور، حبیب حسن خاں صاحب مرحوم ساکن بابوزئی، الحاج رئیس احمد صاحب ساکن چمکنی، کلیم حسن خاں صاحب ساکن محمد زئی محمد معروف خاں صاحب امام مسجد فخرِ عالم میاں رحمتہ اللہ علیہ بابوزئی، اقبال حسین صاحب ساکن بجلی پورہ، محمد ولی صاحب ساکن بابوزئی، نزاکت علی خاں صاحب موضع پرڑا اسکندر پور، نوشے علی خاں صاحب ساکن بھارت دواجی، محمد حسن خاں صاحب مرحوم (جلی کوٹھی) ساکن خلیل غربی، علی احمد صاحب ساکن محمد زئی، ڈاکٹر صفت اللہ خاں صاحب ساکن خلیل شرقی، حافظ محمد اسمٰعیل صاحب موضع سسورہ شہامت ضلع کھیری وغیرہم نے قابل قدر تعاون کیا۔ جو حالات وواقعات ان حضرات کے علم میں تھے قلمبند کروائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ خاص طور پر میں اپنے والدین کا بیحد ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف واقعات وحالات سے آگاہی کرائی بلکہ جن کی تربیت کی بنا پر حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ووابستگی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ علاوہ ازیں اس تذکرے کو مرتب کرنے میں حضرت قبلہ کے تبرکات میں محفوظ دستاویزات کے مسودات اور خطوط خاص طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وطن سے آنے والے خطوط سے بہت مدد ملی۔ یہ خطوط اور مسودات آج بھی محفوظ ہیں۔

کسی بھی اعتبار سے میری اوقات نہیں تھی کہ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے تعلق سے قلم کو جنبش دیتا بس "ناچار اس راہ پڑا جانا" کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی جب کسی اہل نے اس جانب توجہ نہیں فرمائی تو مجبوراً اس نااہل کو کوشش کرنی پڑی۔ نااہل اس اعتبار سے بھی کہ حضرت قبلہ کے وصال کے وقت میری عمر محض ۸ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ واقعات وحالات سے ذاتی طور پر تقریباً نابلد تھا۔ یہ تو اللہ

تعالیٰ کا فضل اور حضرت قبلہ کی خصوصی توجہ ہے کہ کرم فرما ملتے گئے، کڑیاں جڑتی گئیں اور بات بن گئی ۔ حالانکہ اس کام میں ۳۰ سال کا طویل سفر طے کرنا پڑا اس کوشش کی کامیابی کا فیصلہ قارئین حضرات خود فرمائیں گے ۔

تذکرہ تین حصوں میں تقسیم ہے ۔ پہلا اور تیسرا حصہ نثر پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا منظوم ۔ حصہ اول میں جو حالات وواقعات درج ہیں ان سے اپنے ذاتی جذبات اور عقیدت کو الگ رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے ۔ حصہ دوم میں حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی پسندیدہ نعت مبارک، منقبت، چادر اور شجرۂ مبارکہ شامل ہیں ۔ حصہ سوم میں حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے تعلق اور اپنی عقیدت کا اظہار ہے جو جذبات سے پُر ہے ۔

اہل علم وادب اس تذکرے کو تصنیف نہیں بلکہ موادِ خام سمجھیں ۔ خود کو مصنفین کی صف میں کھڑا کرنے کی نیت سے اسے مرتب نہیں کیا ہے ۔ میری خواہش ہے کہ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ پر باقاعدہ کام ہو ۔ اہل قلم اس سمت میں کوشش کریں ۔ خام مواد کے لئے یہ تذکرہ حاضر ہے ۔ اس کے حوالے سے کام کا آغاز کیا جا سکتا ہے ۔ اس تذکرے پر اپنی گراں قدر رائے ضرور عنایت فرمائیں جس میں اس نا اہل کی کمیوں کو بھی فوکس کریں ۔ ایسی تمام آرأ کو کتابی شکل میں شائع کرانے کی کوشش کی جائے گی ۔

تذکرہ کو مرتب کرنے میں پوری احتیاط برتی گئی ہے لیکن غلطی اور بھول انسان کی سرشت میں داخل ہے، ہوسکتا ہے بھولے سے کوئی غلطی رہ گئی ہو جس کے لئے اولاً اللہ رب العزت کے حضور معافی کا خواستگار ہوں ۔ ثانیاً حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بھی معذرت پیش کرتا ہوں ۔

”گر قبول افتد زہے عزوشرف“

احقر العباد

غلام غوث خاں

۴۸۳، محمد زئی ۔ شاہجہاں پور ۔ ۲۴۲۰۰۱ (یو. پی)

Mob: 09455745991

حصہ اول

حیات و واقعات

اسمِ گرامی

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرت مولوی عبدالرشید تھا۔ اکثر اولیاءاللہ نے اپنا نام تبدیل کیا ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اسمِ گرامی دو بار تبدیل فرمایا۔ پہلے آپ نے اپنا نام (حضرت) عبدالقادر (شاہ صاحب) رکھا لیکن آخر میں آپ نے اپنے لئے اسم گرامی (حضرت) محمد سجاداللہ (شاہ صاحب) پسند فرمایا۔ عوام الناس آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

والد بزرگوار اور دیگر افراد خاندان کے اسمائے گرامی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام حضرت حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بھائی کا نام مولوی شمس الحق تھا، بھتیجے کا نام حضرت مصدر علی تھا۔ بھتیجے کے تین بیٹے حضرت مجیب اللہ، حضرت نجیب اللہ، اور نجی اللہ تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے تھے جو ایک بار شاہجہاں پور تشریف لائے تھے۔ صاحبزادے کا انتقال آپ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا۔۔ صاحبزادے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

پیدائش

جہاں تک آپ کی تاریخ پیدائش یا سن پیدائش کا تعلق ہے تو اس کے لئے کوئی سرکاری یا غیر سرکاری رکارڈ دستیاب نہیں ہو سکا۔ سوائے اس کے کہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کو دفتر میونسپل بورڈ شاہجہاں پور کے رجسٹر فوتی انتخاب پرت نمبر ۵۴ کے عمر کے کالم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف ۱۲۵ سال درج ہے۔ جس کے حساب سے آپ کا عیسوی سن پیدائش ۱۸۳۳ء بنتا ہے۔ واللہ عالم۔ حضرت قبلہ سے جب کوئی آپ کی عمر شریف کے بارے میں سوال کرتا تو آپ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ جو سانسیں اللہ کی یاد میں گزر جائیں بس وہی عمر ہے۔

قومیت

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دستاویز کے مسودے میں اپنی قومیت شیخ تحریر فرمائی ہے۔ ایک خط میں آپ کو حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب فاروق العظمی تحریر کیا گیا ہے آپ نے اپنے دست مبارک سے لفظ ''العظمی'' قلم زد کر دیا اور لفظ ''فاروق'' کو فاروقی کر دیا۔ ایک خط میں آپ کو سید سجاد اللہ شاہ صاحب قادری تحریر کیا گیا۔ آپ نے لفظ ''سید'' قلم زد فرما دیا۔ ایک خط میں آپ کو حضرت عبدالقادر خاں مدظلہٗ تحریر تھا۔ آپ نے لفظ ''خاں'' قلم زد فرما دیا۔ ایک خط میں آپ کو الحاج سجاد اللہ شاہ قادری تحریر کیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے لفظ ''الحاج'' قلم زد فرما دیا۔ اس طرح یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ کی قومیت شیخ فاروقی تھی۔

وطن مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مبارک مذکورہ مسودۂ دستاویز کے مطابق غیر منقسم ہندوستان کے صوبہ آسام کے ضلع سلہٹ کی تحصیل و تھانہ کنہائی گھاٹ میں واقع موضع گرڑئی گام تھا جو تقسیم ملک کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان میں شامل ہو گیا اور آج بنگلہ دیش کا حصہ ہے۔ حالانکہ آپ دیکھنے میں قطعی آسامی نہیں لگتے تھے اور اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ آپ یا تو سید ہیں یا افغانی۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے آباء و اجداد نے کہیں سے آکر آسام میں سکونت اختیار کی ہو۔ کیونکہ ایک خط میں آپ کو شامی و بیت المقدسی تحریر کیا گیا ہے اور ایک دوسرے خط میں آپ کے نام کے ساتھ قندھاری تحریر کیا گیا جس کو آپ نے قلم زد نہیں فرمایا۔ واللہ عالم۔

جائیداد

آپ رحمۃ اللہ علیہ زمیندار تھے۔ مذکورہ مسودۂ دستاویز اور وطن سے آئے

خطوط کے مطابق آپ کی زمینداری نیز زرعی اور غیر زرعی جائیداد موضع گڑھئی گام، موضع بہمن گام اور موضع خاص باور باغ تحصیل کنہائی گھاٹ ضلع سلہٹ میں واقع تھی۔
جب آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا تو ۱۹۴۷ء میں آپ نے اپنی کل جائیداد پر اپنے بھتیجے حضرت مصدر علی کے تینوں مذکورہ بیٹوں کو تصرف کا اختیار دیتے ہوئے وقف علی الاولاد کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ سال میں ایک بار محفل میلاد شریف منعقد کرائی جائے۔ جس میں کھیر تقسیم کی جائے۔ نیز سال میں ایک بار ماہِ رمضان المبارک میں وہاں کی مسجد کی پتائی کرائی جائے۔ انڈین رجسٹریشن ایکٹ کے تحت وقف نامہ کا رجسٹریشن دفتر سب رجسٹرار ضلع سلہٹ میں ہونا تھا۔ اس کام کے لئے حضرت قبلہ خود سلہٹ تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے معتمد (جو شاید آپ کے عزیز بھی تھے) جناب حاجی یٰسین علی صاحب ولد جناب احسن میاں صاحب ساکن موضع بنی گام باور باغ تحصیل کنہائی گھاٹ ضلع سلہٹ کو اپنا مختار خاص بنا کر وقف نامہ رجسٹری کرانے کا اختیار دیا۔ آپ کے مختار خاص مذکور نے آپ کی جانب سے ماہ جون ۱۹۴۷ء میں دفتر سب رجسٹرار سلہٹ میں حاضر ہو کر وقف نامہ کے رجسٹریشن کی کاروائی مکمل کرائی۔
اس واقع سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ وطن عزیز کو چھوڑنے کے بعد دوبارہ اپنے وطن تشریف نہیں لے گئے۔ واللہ عالم۔

وطنِ عزیز چھوڑنے کا واقعہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وطن عزیز کو کب خیر باد کہا یہ معلوم نہیں ہو سکا البتہ اس سلسلے میں جو واقعہ حضرت قبلہ نے اپنے خادم خاص حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب سے بیان کیا اور انہوں نے اپنے صاحبزادے برکت علی خاں صاحب سے اور انہوں نے راقم سے بیان کیا، پیش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ کے والدین اور اہلیہ کا انتقال ہوگیا تو ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اگر میں گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تو میرا پیچھا نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا کہ گھر میں ایک تالاب تھا،

ایک روز تالاب پر وضو کر رہا تھا اس وقت ذہن میں یہ بات القا ہوئی کہ روز ازل جو وعدہ کیا تھا کیا بھول گئے؟ بس اسی وقت آپ پر مجذوبانہ کیفیت طاری ہوگئی اور آپ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ تقریباً نو (۹) سال آپ جذب کے عالم میں رہے۔ اس دوران آپ کو اپنے تن بدن کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ فرمایا کہ اس دوران ٹوپی گر جاتی اگر کوئی پہنا دیتا تو پہن لیتے، کرتا پھٹ جاتا تہبند کھل جاتا ایسے ہی پڑے رہتے کوئی پہنا دیتا تو پہن لیتے۔ فرمایا کہ ۹ سال یہ کیفیت گزر جانے کے بعد ایک روز کہیں جا رہا تھا کہ ایک مسجد میں ایک سالک بزرگ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ ان بزرگ نے مجھ کو متنبہ کیا کہ تمہاری توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نظر کرو ورنہ (اللہ تعالیٰ) سارے خاندان کو مار ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو پسند نہیں فرماتا۔ بزرگ صاحب کے فرمانے کے بعد آپ کی نظر و توجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوئی اور رفتہ رفتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ عالم جذب سے عالم سلوک کی طرف بڑھتے گئے اور بالآخر آپ سالک ہو گئے۔

سیاحت

عالم سلوک میں آنے کے بعد آپ نے طویل مدت تک سیاحت فرمائی۔ بہت سے بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ لاتعداد اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی اور اکتساب فیض کیا۔ آپ دہلی اور لاہور بھی تشریف لے گئے۔ لاہور کا ایک واقعہ برکت علی خاں صاحب نے راقم سے اور ان سے ان کے والد حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اور ان سے حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک بار لاہور میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا۔ میں نے وہاں مراقبہ کیا۔ دوران مراقبہ صاحب مزار حضرت داتا صاحب نے فرمایا کہ آپ میں جلال بہت ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھ میں جلال بہت ہے، آپ کم کر دیجئے۔ حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے

تین بار روحانی طور پر توجہ فرمائی لیکن جلال کم نہ ہوا۔ حضرت داتا صاحب نے فرمایا کہ آپ کا جلال کم نہیں ہوتا ہے۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں جلال کم نہیں ہو رہا ہے اور کم ہوگا بھی نہیں، یہ میرے دادا صاحب کے نطفے کا اثر ہے۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ آپ کے والد بزرگوار اور دادا حضور ولی کامل تھے اور آپ پیدائشی ولی تھے۔

سیاحت کا ایک اور واقعہ راقم سے برکت علی خاں صاحب نے، ان سے ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے اور ان سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت قبلہ ایک بار کسی گاؤں میں ایک بزرگ سے ملاقات کرنے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قبلہ ان بزرگ کے مکان پر پہنچے تو وہ بزرگ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے نے حضرت قبلہ کو بتایا کہ وہ کھیت پر ہل جوتنے کے لئے گئے ہیں، آتے ہوں گے۔ حضرت قبلہ ان بزرگ کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بزرگ تشریف لائے۔ کندھے پر ہل رکھا تھا۔ بیلوں کی رسیاں اور چھڑی ہاتھ میں تھی۔ حضرت قبلہ پر ان کی نظر پڑی تو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کر کے اندر چلے گئے، پھر فوراً ہی واپس آئے اور حضرت قبلہ سے فرمایا کہ برا نہ مانئے گا بچے جاہل ہیں۔ حضرت قبلہ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔ ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے اختیار دیا ہے کہ میں چار اشخاص کو بخشوا سکتا ہوں۔ حضرت قبلہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ان چار میں مجھے بھی شامل فرمالیں۔ ان بزرگ نے فرمایا اچھا میں نے آپ کو شامل کر لیا۔

بہر حال آپ کی سیاحت کے بارے میں بہت زیادہ حالات و واقعات معلوم نہیں ہو سکے۔ علی احمد صاحب ساکن محلّہ محمد زئی کے مطابق حضرت قبلہ پیلی بھیت بھی تشریف لے گئے تھے۔ علی احمد صاحب نے متعدد بار پیلی بھیت میں شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آپ کی زیارت کی تھی۔ برکت علی خاں صاحب نے اپنے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت قبلہ نے دو سال مراد آباد میں قیام فرمایا۔ مراد آباد کے بعد آپ نے تقریباً ۱۱ سال

رام پور میں قیام فرمایا۔ رام پور میں آپ کا قیام حضرت سید عبداللہ شاہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے احاطہ کے اندر مزار مبارک سے ملحق مسجد کے حجرے میں رہا۔ رام پور میں کچھ عرصہ آپ نے مسجد شفا خانہ کہنہ عرف انگور والی مسجد میں قیام فرمایا۔ راقم کو جب حضرت قبلہ کے رام پور کے قیام کے متعلق حبیب حسن خاں صاحب اور حافظ اسمٰعیل صاحب کی زبانی معلوم ہوا تو راقم نے ۱۹۸۸ء میں رام پور جا کر حضرت سید عبداللہ شاہ بغدادی کے مزار مبارک پر حاضری دی اور صاحب سجادہ سید چراغ علی صاحب سے ملاقات کی اور ان سے حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے قیام کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے راقم کو وہ حجرہ دکھایا جس میں حضرت قبلہ قیام فرماتے تھے۔ چراغ علی صاحب نے بتایا کہ یہ حجرہ جناتوں کا مسکن ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا قیام اسی حجرے میں تھا۔ ان کے وصال کے بعد سوائے حضرت قبلہ کے کوئی بھی اس حجرے میں نہیں رہا۔ جس وقت حضرت قبلہ وہاں قیام فرما تھے چراغ علی صاحب کی اوائل عمری کا دور تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت حضرت قبلہ کی داڑھی مبارک کالی ہوا کرتی تھی۔ آپ نے کب تک رام پور میں سکونت اختیار کی یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ ۱۹۱۷ء تک رام پور میں قیام ثابت ہے۔

ورودِ شاہجہاں پور

شاہجہاں پور کے سید عابد علی صاحب سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس محلہ سنزئی کے صاحبزادے سید ظہیر علی صاحب ریاست رام پور میں کرنل تھے۔ کرنل صاحب کی حضرت قبلہ سے قربت تھی۔ جب حضرت قبلہ نے شاہجہاں پور آنے کا ارادہ کیا تو کرنل صاحب سے فرمایا کہ میرا تبادلہ ہو گیا ہے۔ میری ڈیوٹی شاہجہاں پور لگا دی گئی۔ مجھے شاہجہاں پور جانا ہے۔ میں شاہجہاں پور پہنچ کر کہاں قیام کروں گا۔ اس پر کرنل صاحب نے عرض کیا کہ آپ قیام کی فکر نہ کیجئے۔ میرا بہت بڑا مکان خالی ہے آپ اس میں قیام فرمائیں۔ چنانچہ شاہجہاں پور تشریف لا کر آپ نے سب سے پہلے محلہ سنزئی

میں ڈپٹی سید عابد علی صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ بعد میں آپ نے کوٹھی رسالدار میجر عبدالکریم خاں صاحب محلہ تارین ٹکلی، برمکان سید محمد احمد میاں صاحب آنریری مجسٹریٹ محلہ ضیا خیل، برمکان جناب ریاست علی خاں صاحب محلہ ہاتھی تھان، برمکان پیرزادہ اعجاز میاں صاحب محلہ چھوٹا ککرہ، برمکان حضرت محبوب اللہ شاہ صاحب عرف اکرام مولیٰ خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ محلہ چمکنی گاڑی پورہ وغیرہ کے علاوہ مسجد حضرت شاہ بلغاری صاحب، گولہ مسجد، پنیائی مسجد، ملکوں والی مسجد، مسجد تکیہ رستم شاہ اور جامع مسجد میں بھی آپ کے قیام فرمانے کا ذکر آیا ہے۔ لیکن مستقل سکونت مسجد طرہ باز خاں صاحب صوبیدار محلہ محمد زئی میں اختیار کی۔ اس مسجد کو آپ کے آخری مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی نسبت سے یہ مسجد حضرت عبدالقادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہوگئی ہے۔ اس مسجد میں آپ کے تشریف لانے کا طویل واقعہ ہے جسے آخر میں پیش کیا جائے گا۔

برکت علی خاں صاحب نے راقم سے اور ان سے ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے اور ان سے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک روز رام پور میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کو شاہجہاں پور اور گورکھپور دو شہر دئے جاتے ہیں ان میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ مجھ کو شاہجہاں پور ہرا بھرا لہلہاتا ہوا چمن دکھایا گیا اور گورکھپور خشک گندم کا کھیت، تو میں نے شاہجہاں پور کو پسند کیا۔ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت قبلہ کا قیام شاہجہاں پور میں تقریباً چالیس سال رہا۔ اب اگر سال وصال ۱۹۵۸ء میں سے ۴۰ سال کم کر دئے جائیں تو حضرت قبلہ ۱۹۱۸ء میں شاہجہاں پور تشریف لائے۔ واللہ عالم۔

حلیہ مبارکہ

الحاج حافظ منصور علی صاحب، حافظ اسمٰعیل صاحب، حبیب حسن خاں صاحب،

والد محترم محمد شفیع خاں صاحب اور دیگر متعدد حضرات کے بیانات کے مطابق آپ کا قد درمیانہ تھا۔ تندرستی بہت اچھی تھی، آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا، چہرہ گول جس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی، پیشانی کشادہ، کان بڑے اور قدرے کھڑے تھے، ناک چوڑی، آنکھیں درمیانہ سیاہ رنگ کی تھیں۔ تمام دانت آخری وقت تک برقرار رہے۔ داڑھی پوری بھری ہوئی تھی۔ داڑھی کے بالوں کا رنگ سفید تھا۔ محمد ولی صاحب کا بیان ہے کہ آپ کی داڑھی میں ایک آدھ بال سیاہ بھی تھا۔ بھویں کماندار درمیان میں نمایاں طور پر موٹی تھیں سرے نوک دار تھے۔ دونوں بھویں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ بھوؤں کا رنگ سفید تھا، پلکوں کا رنگ کالا سفید ملا جلا تھا۔ گردن اوسط تھی، سینہ چوڑا تھا جس پر سیاہ وسفید رنگ کے بال زیادہ تعداد میں تھے۔ ناف گہری تھی۔ آپ کا جسم گٹھا ہوا تھا۔ دیکھنے میں آپ پہلوان معلوم ہوتے تھے۔ آپ پستہ قد نہیں تھے لیکن اچھی تندرستی ہونے کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قد دبا ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ آپ کی ہتھیلیاں بہت نرم تھیں، آپ سے مصافحہ کرنے والوں کو ایسا گمان ہوتا تھا کہ اپنے ہاتھ روئی کے گالے میں دیدئے ہوں۔ آپ سر پر بال نہیں رکھتے تھے۔

آپ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ہم شبیہہ تھے۔ حافظ منصور علی صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک روز حضرت قبلہ ان کے گھر تشریف لائے، دیوار میں طغریٰ نسب تھا۔ جس میں حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فوٹو تھے۔ حضرت قبلہ نے وہ طغریٰ اپنے پاس منگوایا۔ کچھ دیر اس کو دیکھتے رہے، پھر فرمایا کہ یہ ان بزرگان دین کی صحیح شبیہہ مبارکہ ہیں۔ اس طغریٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر بکس میں رکھو۔ حافظ صاحب نے بتایا کہ اس طغریٰ میں حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی جو شبیہہ مبارکہ ہے حضرت قبلہ کی شبیہہ مبارکہ ہو بہو ویسی ہی تھی۔ تھوڑا سا بھی فرق نہیں تھا۔ راقم نے حافظ منصور علی صاحب سے اس طغریٰ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی

جسے حافظ صاحب نے قبول فرمایا اور راقم کو طغریٰ کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فرمان اور حافظ منصور علی صاحب کے مذکورہ بیان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت قبلہ ہم شبیہہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اب رہی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہم شبیہہ ہونے کی وضاحت، چشتیہ سلسلے کے ایک عظیم المرتبت بزرگ حضرت قبلہ نیاز احمد صاحب المعروف نیاز بے نیاز رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مبارک خانقاہ نیازیہ محلّہ خواجہ قطب بریلی میں واقع ہے۔ نیاز احمد صاحب نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان مبارکہ میں ایک منقبت شریف "بُدِہ دستِ یقیں اے دل بدستِ شاہ جیلانی" موزوں فرمائی ہے۔ یہ وہ منقبت شریف ہے کہ چشتیہ سلسلے کے کسی بھی عرس کی محفل اس منقبت شریف کے پڑھے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی، اسی منقبت شریف کے ایک دوسرے شعر میں حضرت نیاز احمد صاحب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

نشانِ شانِ بے چونی، بیانِ سرّ مکنونی
بسیرت مثل پیغمبر، بصورت مرتضٰی ثانی

یعنی (حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ) اللہ تعالیٰ کی بے چون و چرا شان کا نشان (پتہ) ہیں اور پوشیدہ رازوں کو بیان کرنے والے ہیں۔ آپ سیرت میں پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے مثل ہیں اور صورت میں (اپنے جدامجد حضرت علی) مرتضٰی (کرم اللہ وجہہٗ) کے مثل ہیں۔ حضرت نیاز احمد صاحب نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہم شبیہہ تھے اور یہ وضاحت پہلے ہو چکی ہے کہ حضرت قبلہ ہم شبیہہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ لہٰذا جو ہم شبیہہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ہم شبیہہ بھی ہوا۔

لباس مبارکہ

حافظ اسمٰعیل صاحب ،حافظ منصور علی صاحب ،حبیب حسن خاں صاحب والدمحترم محمد شفیع خاں صاحب اور دیگر حضرات کے بیانات کے مطابق شروع میں ہار سنگھار کے پھولوں کی ڈنڈی سے نکلنے والے پیلے رنگ کی تہبند و کرتا اور ہرے رنگ کی پگڑی و چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں ببول کی چھال ابال کر جو رنگ نکلتا اس میں کرتا اور تہبند رنگ کر پہنا کرتے۔ یہ رنگ کتھئی رنگ سے ملتا ہوا ہوتا تھا جسے ملگیری رنگ کہا جاتا ہے۔ پگڑی اور چادر ہرے رنگ کی ہی ہوا کرتی تھی۔ آخر میں آپ نے اپنے لباس کے لئے عنابی رنگ پسند فرمایا اور تمام چیزیں یعنی تہبند، کرتا، چادر اور پگڑی عنابی رنگ کی زیب تن فرمانے لگے۔ عنابی رنگ آپ نے اس شدت سے پسند فرمایا کہ تخت ،پٹلی ،نعمت خانہ، بکس وغیرہ کو بھی عنابی کروالیا۔ عنابی رنگ سے آپ کی انتہائی پسندیدگی کا ہی اثر تھا کہ آپ کے چالیسویں کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جب آپ کے مزار مبارک کو پختہ کروایا تو اس کا رنگ بھی عنابی کروایا۔

تعلیم واساتذہ

حضرت قبلہ عالم باعمل تھے۔ اردو، عربی ،فارسی اور بنگلہ زبانوں پر آپ کو کمال حاصل تھا۔ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے۔ یقیناً آپ نے باکمال اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ لیکن مدارس اور اساتذہ کی کوئی تفصیل حاصل نہیں ہوسکی۔ حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا تھا کہ ایک بار حضرت قبلہ ان کے ساتھ کاکوری شریف (ضلع لکھنؤ) تشریف لے گئے تھے وہاں حضرت سید ضامن علی شاہ صاحب قادری قلندری رحمتہ اللہ علیہ کے دریافت کرنے پر حضرت قبلہ نے فرمایا تھا کہ انہوں نے ریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور میں مولوی ارشاد حسین صاحب نقشبندی مجددی کے خلیفۂ اول حضرت مولوی سلامت اللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی سے تعلیم حاصل کی۔ خیرآباد ضلع سیتاپور کے حضرت سید مقبول احمد کرمانی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

وہاں پر حضرت قبلہ کے ہم مکتب تھے۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ بہت باریک نکتوں پر بھی آپ بہت تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ علم آپ کے سامنے باادب کھڑا ہے۔

بیعت وارادت

حضرت قبلہ چاروں سلاسل طریقت میں بیعت تھے۔ بیعت کے متعلق معلومات ان شجرہ ہائے مبارکہ سے حاصل ہوئیں جو حضرت قبلہ نے منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کو عنایت فرمائے تھے اور جو ان کے صاحبزادے برکت علی خاں صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ برکت علی خاں صاحب سے راقم کو ان شجروں کی نقول حاصل ہوئیں۔ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا حافظ، حاجی، حکیم، عارف باللہ، خوشنویس، کیمیا گر وزرگر نقرۂ اصلی شاہ عثمان صاحب شیخ قریشی اولاد شاہ جلال الدین صاحب پانی پتی ثم عربی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے۔ اور اسی سلسلے میں قطب الاقطاب، مجدد دوراں ہادی گمراہان، دستگیر بیکساں شیخ صدیقی حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی بیعت تھے۔ سلسلہ قادریہ مجددیہ اور چشتیہ مجددیہ میں بھی حضرت قبلہ مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔ سلسلہ سہروردیہ مجددیہ میں حضرت سید محمد علی مونگیری صوبہ بہار خلیفۂ اعظم حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب سے بیعت ہوئے۔ سلسلۂ قادریہ فخریہ، سلمانیہ اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلمانیہ میں حضرت شاہ اللہ بخش صاحب پنجابی تونسوی قطب صوبہ پنجاب سے بیعت فرمائی۔ اس کے علاوہ حبیب حسن خاں صاحب کے بیان کے مطابق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ، ارشادیہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ اول حضرت مولوی سلامت اللہ شاہ صاحب رامپوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کی تھی۔ حضرت قبلہ کو خلافت واجازت کہاں کہاں سے حاصل ہوئی اس کا علم نہیں ہوسکا۔ حضرت

مولانا فضل رحمن صاحب گنج مرادآبادی سے حضرت قبلہ کی پہلی ملاقات کا واقعہ پیش ہے جسے راقم سے برکت علی خاں صاحب نے ان سے ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب اوران سے حضرت قبلہ نے بیان فرمایا کہ جب میں مولانا صاحب قبلہ کی بارگاہ میں پہلی بار حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے چائے کی پیالی عطا فرمائی، میں نے وہ پی لی۔ اس کے بعد مولانا صاحب قبلہ لگاتار چائے کی پیالی عطا کرتے رہے اور میں پیتا گیا یہاں تک کہ ۲۳ پیالی چائے مجھے پلادی گئی تب مولانا صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا آپ کا کوٹا اب بھر گیا ہے، اب آپ نہیں پی سکیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اب نہ پی سکوں گا۔ منشی قدرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس پہلی ملاقات میں بھی بظاہر چائے پلائی گئی تھی لیکن حقیقت میں معرفت کے چشمے اور خزانے عطا فرمائے گئے تھے۔

کسی کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ حضرت قبلہ کئی حضرات سے کیسے بیعت ہو سکتے ہیں۔ پیر تو ایک ہی ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے راقم صرف یہ معروضہ پیش کرنا چاہتا ہے کہ حضرت قبلہ شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے والد محترم حضرت عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ سے، سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے اور سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ اسکندر رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

حضرت کا تقویٰ و پرہیزگاری

حضرت قبلہ عارف باللہ بزرگ تھے اس تعلق سے آپ کو اللہ کا خوف بھی اسی درجہ پر تھا۔ آپ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزاری اور بہت محتاط رہے۔ راقم سے نزاکت علی خاں پنڈرہ سکندر پور نے بیان کیا کہ ایک بار وہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محلّہ بابوزئی کے پھندن حجام وہاں پہلے سے موجود تھے۔ پھندن کے پیر سے حضرت قبلہ کے ہاتھ والے پنکھے کی ڈنڈی ٹوٹ گئی۔ پھندن نے عرض کیا کہ میں آپ کے لئے دوسرا پنکھا لا کر دوں گا۔ اس پر حضرت قبلہ نے فرمایا

نہیں تم پنکھا لیکر نہ آنا، تم جا کر کسی کی داڑھی مونڈو گے اس سے جو اجرت ملے گی اس سے پنکھا خریدو گے، تمہاری آمدنی جائز نہیں ہے۔ میں پنکھا خود منگوالوں گا۔ حضرت قبلہ مسجد کی چٹائی، ماچس، چراغ، جھاڑو وغیرہ کوئی چیز بھی اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لیتے تھے۔ جب نماز ختم ہو جاتی تو مسجد کے حصہ کا چراغ گل کر دیا جاتا۔ اپنے کام کے لئے آپ اپنا چراغ روشن فرماتے تھے۔ ایک صاحب حضرت قبلہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے، برابر حضرت قبلہ کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ ہر بار ٹال دیا کرتے تھے۔ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے ایک روز عرض کیا کہ حضرت آپ اس شخص کی دعوت قبول نہیں فرماتے ہیں کیا وجہ ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وہ شخص ٹھیک ٹھاک ہے لیکن اس کا پردادا سود لیا کرتا تھا۔ اس کے مال میں پردادا کے سود کی کمائی کا اثر باقی ہے۔ راقم سے جمیل احمد خاں صاحب نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت قبلہ کے لئے ایک صاحب کھانا لیکر آئے۔ حضرت قبلہ نے ایک لقمہ منہ میں رکھا اور فوراً تھوک دیا اور تقریباً تین کوزے پانی سے بہت دیر تک کلی کرتے رہے جبکہ وضو میں ایک کوزہ سے کم پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ تم نے بے نکاحی عورت کو گھر میں رکھا ہے اور اس سے کھانا پکوا کر میرے لئے لائے ہو اسے لے جاؤ۔ پھر حضرت قبلہ نے اپنے پاس سے پانچ روپیہ کے دو نوٹ نکال کر اس شخص کو دئے اور فرمایا کہ پانچ روپیہ کے بتاشے خریدنا اور پانچ روپیہ قاضی کو دینا، جاؤ اپنا نکاح کراؤ اور شاید توبہ کرنے کی تلقین فرمائی۔

بچوں سے شفقت و محبت

حضرت قبلہ نابالغ بچوں سے بیحد شفقت و محبت فرماتے تھے۔ جب مسجد سے باہر تشریف لاتے، بچے جمع ہو جاتے، حضرت قبلہ سب کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور پھوک ڈالتے۔ سرِ راہ بھی آپ کا یہ عمل جاری رہتا۔ بچوں میں آپ مذہب و ملت یا ذات برادری کا کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے بلکہ سب کو ایک نظر سے

دیکھتے تھے اور سب کے سروں پر دست شفقت ضرور رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ جب تک بچہ نابالغ ہے اس پر مذہب وملت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد اس پر مذہب وملت کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت مشتاق القادری صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سلسلے میں حضرت قبلہ ایک حدیث مبارکہ بیان فرماتے تھے جسکا مفہوم اس طرح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شفقت سے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے اتنے گناہ معاف فرمادیتا ہے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہوتے ہیں۔ اسی حدیث مبارکہ کے پیش نظر آپ نے اپنا یہ عمل بنالیا تھا کہ ممکن ہے ان بچوں میں کوئی یتیم بھی ہو۔ بچوں سے حضرت قبلہ کی والہانہ شفقت ومحبت مقبولِ بارگاہِ الٰہی تھی۔ اس مقبولیت کا ہی یہ اثر تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ عرف عام میں بچوں والے شاہ صاحب کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ لوگ اکثر خطوط میں بھی بچوں والے شاہ صاحب تحریر کیا کرتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ

نوشے علی خاں صاحب ساکن بھاردواجی نے بیان کیا کہ ایک روز وہ اپنے والد شفاعت اللہ خاں عرف ننھے خاں صاحب کے ساتھ مسجد طرہ باز خاں میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ اس وقت مسجد کی شمالی فصیل پر تشریف فرما تھے کچھ بچے بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرت قبلہ کے دست مبارک میں ایک لگھڑ تھا اور وہ اسے گلی کے کھرنجہ پر پھینکتے تھے اور کچھ دیر کے بعد اس کو کھینچ لیتے تھے۔ کھینچتے وقت حضرت قبلہ تبسم فرماتے تھے۔ نوشے خاں بھی بچوں کے ساتھ فصیل پر بیٹھ کر اس عمل کو دیکھنے لگے۔ ان کا بیان ہے کہ جب حضرت قبلہ لگھڑ کھینچ کر مسکراتے تھے تو ایک لڑکا جس کو نوشے خاں جانتے نہیں تھے، وہ زور سے قہقہہ لگاتا تھا۔ کچھ دیر یہ عمل جاری رہا، پھر حضرت قبلہ اپنے حجرۂ مبارک کے قریب بیٹھ گئے اور حاضرین سے گفتگو فرمانے لگے تبھی نوشے

خاں نے اس لڑکے سے کہا کہ آؤ تم کو جنگل جلیبی کھلائیں اور وہ اسے ساتھ لیکر مسجد کے احاطہ میں آگئے جہاں جنگل جلیبی کے متعدد درخت تھے۔نوشے خاں نے اینٹ مار کر جنگل جلیبیاں توڑیں۔ اس وقت نوشے خاں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ جب حضرت قبلہ مسکراتے تھے تو تم قہقہہ کیوں لگاتے تھے۔اس نے کہا کہ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ دودھ کی طرح ایک ندی بہہ رہی ہے اور اس میں بہت خوبصورت عورتیں نہا رہی ہیں۔مجھے نظر آرہا تھا کہ حضرت قبلہ ڈور میں گلاب کا پھول باندھ کر اس ندی میں پھینک رہے تھے اور جب وہ عورتیں اس پھول کو پکڑنا چاہتی تھیں تو حضرت قبلہ اسے کھینچ لیتے تھے اور وہ عورتیں شرما جاتی تھیں میں یہ منظر دیکھ کر قہقہہ لگا رہا تھا۔نوشے خاں کا بیان ہے کہ ان کو ندی یا پھول نہیں بلکہ کھرنجہ اور لکھڑ میں بندھا چلم کا ٹکڑا نظر آیا۔

بیواؤں ویتیموں کی دستگیری

حضرت قبلہ بیواؤں،یتیموں اور مسکینوں سے انتہائی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ان کی دستگیری فرماتے تھے۔ان کو ضرورت کی چیزیں فراہم کرواتے تھے، اکثر بے سہارا بیواؤں اور یتیموں کو کھانا اور دوسری ضرورت کی چیزیں پہنچانے کے لئے خود تشریف لے جاتے تھے۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ راقم سے نوشے علی خاں صاحب نے اور ان سے حاجی یعقوب صاحب مرحوم ساکن محمد زئی نے بیان کیا کہ جب حاجی یعقوب صاحب فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے جانے لگے تو حضرت قبلہ نے کچھ رقم ایک لفاف میں رکھ کر حاجی یعقوب صاحب کو دی۔حضرت قبلہ نے لفاف پر ایک پتہ بھی تحریر فرما دیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ جب تم ارکان سے فارغ ہو جانا تو لفاف پر تحریر پتہ پر جا کر یہ لفاف دیدینا۔چنانچہ مکہ مکرمہ شریف میں ارکانِ حج ادا کرنے کے بعد حاجی یعقوب صاحب لفاف پر تحریر پتہ پر پہنچے،آواز دینے پر ایک بیوہ دروازے پر آئیں۔یعقوب صاحب نے ان کو بتایا کہ ہندوستان کے شہر شاہجہاں پور

سے آیا ہوں ۔حضرت قبلہ نے کچھ رقم بھجوائی ہے،وہ بیوہ کالے رنگ کا دستانہ پہنے تھیں۔یعقوب صاحب نے لفاف ان کو دے دیا اور کہا کہ آپ رقم نکال لیجئے اور اس کی وصولیابی کی رسید لفاف پر تحریر کر کے لفاف واپس کر دیجئے۔چنانچہ بیوہ نے ایسا ہی کیا۔لفاف واپس کرتے وقت بیوہ نے یعقوب صاحب سے پوچھا کہ کیا حضرت اس بار خود تشریف نہیں لائے۔ان کے اس جملے پر حاجی صاحب نے بیوہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت یہاں تشریف لاتے ہیں؟ بیوہ نے جواب دیا کہ ہاں حضرت تشریف لاتے ہیں اور رقم اپنے دست مبارک سے دیتے ہیں۔یہ سن کر حاجی یعقوب صاحب کو بہت تعجب ہوا کہ انہوں نے تو کبھی حضرت قبلہ کو حج کے لئے جاتے نہیں دیکھا۔واپسی پر حاجی یعقوب صاحب سیدھے حضرت قبلہ کے پاس مسجد پہنچے،گھر نہیں گئے۔پہلے رسید شدہ لفاف حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا پھر بیوہ کا مذکورہ جملہ دہرایا جس پر حضرت قبلہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔یعقوب صاحب نے دوبارہ اسی جملہ کو عرض کیا تب حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا کہ تم جس جہاز پر سفر کر رہے تھے اس کا کوئی خاص واقعہ تم کو یاد ہے۔حاجی یعقوب صاحب کو فوری طور پر کوئی واقعہ یاد نہیں آیا۔انہوں نے عرض کیا کہ پانی تھا،جہاز تھا اور سفر تھا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تم کو جہاز میں کوئی لڑکا نظر آیا۔حضرت قبلہ کے اس جملے پر حاجی صاحب کو یاد آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ایک بنگالی لڑکا تھا۔وہ مسافروں کو بہت تنگ کرتا تھا۔تمام مسافر اس سے عاجز تھے۔مسافروں نے عاجز آ کر طے کیا کہ اس لڑکے کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے ۔اس پر حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اچھا اب تم جاؤ۔یہ واقعہ جہاں ایک طرف بیواؤں کی دستگیری کی تائید کرتا ہے وہیں دوسری طرف حضرت قبلہ کی عظمت کے پوشیدہ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈال رہا ہے۔

حضرت قبلہ کے معمولات

حضرت قبلہ کا ہر کام کتاب سنت کے مطابق اور مستقل تھا۔تمام تر نفلی

عبادت، اذکار و وظائف، تلاوت قرآن پاک، کتب احادیث مبارکہ اور دیگر کتب دینیہ کا مطالعہ حضرت قبلہ کے معمولات میں شامل تھا۔ جن سے فارغ ہو کر آپ آئے ہوئے ضرورت مندوں کو وقت دیتے تھے۔ اکثر ضرورت مندوں کو کسی بزرگ کے پاس یا کسی بزرگ کے مزار شریف کی طرف رجوع فرما کر حاضری دینے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت قبلہ کے حکم پر جو شخص خوش عقیدگی سے عمل کرتا ضرور کامیاب ہوتا تھا۔
حضرت قبلہ تاکید فرماتے تھے کہ جب بھی کسی بزرگ کی خدمت میں حاضری دو یا کسی بزرگ کے مزار شریف پر حاضر ہو تو کچھ تحفہ اور نذرانہ لیکر جاؤ یہ بزرگوں کا ادب ہے۔
آپ طالبعلموں کو حضرت بولن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ لودھی پور کے مزار شریف پر اتوار کے روز حاضری دینے کی ہدایت فرماتے تھے۔ بیماری سے شفا کے لئے محمد زئی میں مالخانہ موڑ پر واقع حضرت شمس الدین میاں صاحب المعروف حضرت سعدی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری کا حکم دیتے تھے۔ اسی طرح آسیب وغیرہ کے شکار لوگوں کو حضرت شاہ دانا میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کی تاکید فرماتے تھے۔ آئے ہوئے ضرورت مندوں سے فارغ ہو کر بزرگوں کے مزارات پر نیز اپنے خادمین معتقدین کے یہاں تشریف لیجاتے تھے۔ آپ کی واپسی عصر کے وقت اور کبھی کبھی مغرب کے وقت ہوا کرتی تھی۔ حضرت قبلہ لاٹھی پکڑ کر پیدل چلتے تھے۔ راستے سے تکلیف دینے والی چیزیں مثلاً اینٹ، کانٹا وغیرہ مستقل ہٹاتے ہوئے چلتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

وضو

حضرت قبلہ ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر وضو فرماتے۔ وضو میں بھی اسراف کا لحاظ رکھتے۔ کم سے کم پانی استعمال کرتے۔ آپ کے کوزے کی ٹوٹی کا سوراخ بہت باریک ہوا کرتا تا کہ پانی کم نکلے اس کے لئے آپ کمہار کو خاص طور پر ہدایت فرماتے۔ کلی

کرتے وقت اور ناک صاف کرتے وقت چہرے کا رخ جنوب کو کر لیتے۔آپ کا یہ عمل ادب قبلہ کی وجہ سے تھا۔آپ فرماتے کہ چیز جتنی پرانی ہوتی ہے اس کو اتنا ہی قرب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا کرتا ہے۔یہ حضرت قبلہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔یہاں تک کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سخت سردی میں بھی باسی پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔وضو سے فارغ ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی قبلہ رخ کھڑے ہو کر پیتے۔آپ سنت طریقہ پر مسواک کا استعمال کرتے تھے۔آپ دوسروں کو بھی اس طریقہ پر وضو کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔اکثر حاضرین آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی تبرکاً پیا کرتے تھے۔

اذان

حضرت قبلہ بہت ہی بلند آواز میں اذان دیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی اذان کو خصوصی رفعت عطا فرمائی تھی۔آپ کی اذان ایک سی آواز میں دور دور تک سنی جاتی تھی۔دوران اذان و تکبیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لیا جاتا، چاہے اذان دے رہے ہوتے یا سن رہے ہوتے، اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگایا کرتے اور دوسروں کو ایسا کرنے کی ہدایت فرماتے۔آپ فرماتے کہ اس عمل کے کرنے والے کی بینائی قائم رہتی ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (مفہوم) کہ ایسے شخص کی شفاعت کا میں ضامن ہوں۔اذان کے آغاز پر چار بار اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ان میں دو بار ایک سانس میں اور دو بار دوسری سانس میں ادا فرماتے تھے۔اور ہر سانس میں دونوں بار اللہ اکبر کے الفاظ کو چھوٹا بڑا کر کے ادا نہ فرماتے بلکہ بالکل برابر ادا فرماتے تھے۔جیسا کہ آج بعض حضرات پہلے اللہ اکبر کو چھوٹا اور دوسرے کو لمبا کھینچ دیتے ہیں۔حضرت قبلہ ایسا کرنے کو منع فرماتے تھے۔آخر اذان میں دو بار اللہ اکبر کہا جاتا ہے حضرت قبلہ ان کو الگ الگ سانس میں ادا فرماتے تھے۔حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ اذان دیتے وقت کانوں میں بہت سختی سے

انگلیاں ٹھوس لینا چاہئے، ایسا کرنے سے آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط اور حَیَّ عَلَی الفَلَاح ط ادا کرتے وقت ہاتھوں کو اس طرح ہلاؤ جیسے ہاتھوں میں رعشہ ہو گیا ہو۔ فرمایا یہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

نماز پنجگانہ

حضرت قبلہ جماعت کی امامت خود فرماتے تھے۔ تکبیر کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط کہا جاتا تب آپ اور مقتدی کھڑے ہو جاتے۔ تکبیر ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص بول دیتا تو آپ بہت ناراض ہوتے اور تکبیر دوبارہ کہلواتے۔ آپ فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد سر کو جنبش دے کر لا الہ اللہ کی ضرب تین بار قلب پر لگاتے۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد دعا سے فارغ ہو کر مقتدیوں سے مصافحہ کرتے اور مقتدیوں کو آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کا حکم دیتے۔ حضرت قبلہ مغرب کی نماز کچھ دیر سے پڑھتے تھے۔ جب دوسری مساجد میں اذانیں ہو جاتیں اور چھوٹا چمگادڑ دکھائی دے جاتا تب مغرب کی اذان ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ مغرب کی نماز کسی دوسری مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔

نمازِ جمعہ

حضرت قبلہ جمعہ کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ جمعہ کے روز سر کے بال بنواتے تھے، خط بنواتے تھے اور ناخن ترشواتے تھے۔ آخر میں یہ خدمت حبیب حسن خان صاحب کیا کرتے تھے۔ ناخن اور ترشے ہوئے بال ایک کاغذ میں پڑیا بنا کر زمین میں پاک مقام پر دفن کرواتے تھے اور فرماتے تھے کہ بال جب گندگی میں جاتے ہیں تو بیماری پیدا کرتے ہیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر غسل فرماتے اور اس میں

بھی کم سے کم پانی کا استعمال فرماتے ۔غسل سے فارغ ہو کر سنت طریقہ پر کپڑے تبدیل کرتے ،سرمہ اور عطر لگاتے ۔اس سارے عمل کو آپ سنت فرماتے تھے۔حافظ منصور علی صاحب وحبیب حسن صاحب وغیرہ کے بیانات کے مطابق شروع میں جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا فرماتے تھے۔پھر کسی وجہ سے جامع مسجد جانا بند کر دیا اور محلہ خلیل شرقی میں ملکوں والی مسجد میں جمعہ کی امامت فرمانے لگے۔راقم نے بھی اپنے والد مرحوم کے ساتھ ملکوں والی مسجد میں حضرت قبلہ کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کی ہے۔آخر میں حضرت قبلہ نے مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی میں نماز جمعہ قائم فرمائی اور خود ہی امامت فرماتے تھے۔حضرت قبلہ جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد اگلی صف میں منبر کے سامنے کہلواتے تھے۔نماز جمعہ یا کسی دوسری نماز کے بعد حضرت قبلہ منظوم سلام نہیں پڑھا کرتے تھے۔

آداب مسجد و دیگر آداب

حضرت قبلہ مسجد میں باتیں کرنے کو سختی سے منع فرماتے تھے۔آپ کو کوئی ضروری بات کسی سے کرنی ہوتی تو بیرون مسجد جا کر کیا کرتے تھے اور ایسا کرنے کا حکم فرماتے تھے۔آپ فرماتے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے،اس کا انتہائی ادب لازم ہے۔مسجد میں ادب کے ساتھ داخل ہو۔جب تک موجود رہو با ادب رہو۔مسجد میں دوڑنے بھاگنے،مسجد کی چیزوں کو پھیک کر رکھنے اور ان پر پیر مارنے کو منع فرماتے تھے۔مسجد کی چیزوں کو سلیقے سے رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔مسجد میں چراغ روشن فرمانا ہوتا،چراغ کو مسجد کے باہر لیجا کر روشن فرماتے اور جب گل فرماتے تب بھی مسجد سے باہر لاتے۔ آپ فرماتے کہ ماچس میں گندھک شامل ہے جلانے سے بو پھوٹتی ہے اور جب چراغ گل کیا جاتا ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے،وہ بھی بدبودار ہوتا ہے۔مسجد میں رحمت کے فرشتے رہتے ہیں جو نہایت نفیس الطبع ہوتے ہیں،وہ تھوڑی سی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔جب انہیں تکلیف ہوتی ہے تو وہ بددعا کرتے ہیں۔حضرت قبلہ

جو بھی چیز رکھتے قبلہ رخ رکھتے۔ کوزوں اور بدھنیوں کی ٹوٹی قبلہ رخ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جوتے اور کھڑانوں کو بھی قبلہ رخ رکھتے تھے اور رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ سب چیزیں اللہ کا ذکر کرتی ہیں۔ جب تم ان کو الٹا سیدھا ڈال دیتے ہو تو یہ بدعا کرتی ہیں لیکن اگر قاعدے اور سلیقے سے رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں دعا کرتی ہیں۔ مسجد ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضرت قبلہ سلیقہ کا اہتمام فرماتے تھے اور اس کی تاکید فرماتے تھے۔ کرتے کے تمام بٹن لگانے کا حکم فرماتے تھے۔ ٹوپی کی سلائی پیچھے کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ منگل کے روز نیا کام شروع کرنے کو منع فرماتے تھے۔ منگل کے روز اگر سفر ضروری ہوتا تو عصر کی نماز کے بعد سفر کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ جمعہ کے روز بھی نماز جمعہ سے قبل سفر کرنے کو منع فرماتے تھے۔

طریقۂ طعام

حضرت قبلہ کا ہر کام کتاب و سنت کے مطابق ہوا کرتا تھا چنانچہ طریقۂ طعام میں بھی یہ مطابقت نمایاں تھی۔ آپ کھانے سے قبل گٹوں تک اچھی طرح ہاتھ دھوتے و کلی کرتے تھے۔ سرخ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے۔ مٹی کے برتن استعمال کرتے۔ روٹی کے چار ٹکڑے کرتے۔ دسترخوان پر ایک شیشی میں نمک موجود رہتا۔ آپ کھانا نمک سے شروع کرتے اور نمک پر ہی ختم کرتے۔ حضرت مشتاق القادری صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت قبلہ نے ایک روز ان کو کھانے کی دعوت دی۔ جب کھانا شروع کرنے کے لئے نوالہ توڑنا چاہا تو حضرت قبلہ نے ان سے فرمایا کہ پہلے نمک چکھ لیجئے یہ سنت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانا نمک سے شروع کرو اور نمک پر ہی تمام کرو۔ حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا کہ ان کی موجودگی میں نمک والی حدیث مبارکہ کے بارے میں حضرت قبلہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اس حدیث مبارکہ کو کہاں دیکھا ہے تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام

غزالی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''احیاء العلوم'' میں۔ کھانے کے بعد آپ انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔لیکن زبان سے نہیں چاٹتے تھے بلکہ انگلیوں کو ہونٹ سے صاف کرتے تھے اور ہونٹ کو زبان سے۔ یہ طریقہ یقیناً اشرف ہے۔اس سے فارغ ہوکر حضرت قبلہ کھانے کے برتن میں پانی ڈال کر اسے انگلی سے خوب صاف کرتے تھے اور اس پانی کو پی لیتے تھے۔حضرت مشتاق القادری رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ دعوت میں جب حضرت قبلہ کھانے کا برتن پانی سے صاف کر کے پی چکے تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق غلام آزاد کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے لیکن یہ ثواب صاحب ثروت ہی حاصل کر سکتے تھے اس زمانے میں نہ تو غلام ہیں اور نہ ہی بردہ فروشی کا قانون ہے لیکن بطفیلِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غریب بھی اور کسی زمانہ میں بھی اس ثواب سے محروم نہیں رہ سکتا، اپنے کھانے کے برتن کو پانی سے دھو کر پی لینے سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔کھانے سے فارغ ہوکر پیڑ کی جڑ یا کیاری میں کلی کرتے تا کہ منہ سے نکلنے والے رزق کی بے ادبی نہ ہو۔حضرت قبلہ کھانے کی کوئی چیز مٹھائی، پھل بسکٹ وغیرہ دانت سے کاٹ کر نہیں کھاتے تھے اور ایسا کرنے کو منع فرماتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ ہاتھ سے یا چاقو سے جیسا بھی مناسب ہو اس چیز کے ٹکڑے کر لو پھر ایک ایک ٹکڑا منہ میں رکھ کر کھاؤ۔ یہ طریقہ اشرف ہے، جانور دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرتے ہیں۔آپ زیادہ مرچ کا سالن اور زیادہ شکر کا شربت وغیرہ پسند فرماتے تھے۔

ناف مبارک میں سرسوں کا تیل

حضرت قبلہ اپنی ناف مبارک میں سرسوں کا تیل کثرت سے لگایا کرتے تھے۔ بڑے منہ کی شیشی میں سرسوں کا تیل پاس میں رکھتے تھے اور اپنی انگلی تیل میں ڈبو کر ناف میں لگاتے رہتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے کرتے میں تیل کا نشان پڑ جاتا تھا۔حبیب حسن خاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ناف

میں سرسوں کا تیل لگانے سے ریاح کم بنتے ہیں۔

باجے اور مزامیر سے پرہیز

حضرت قبلہ کو باجے سے سخت نفرت تھی۔ مسجد کے سامنے گلی میں بجتا ہوا باجا نہیں گزر سکتا تھا۔ اسے بند کروا دیا جاتا تھا۔ جب باجنداروں کو اس کا علم ہو گیا تو وہ آپ کے احترام میں گلی سے گزرتے وقت باجا بند کر دیا کرتے تھے۔ راستے میں اگر باجا بجتے ہوئے سنائی دیتا تو آپ اپنا راستہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ کسی ایسی تقریب میں شرکت نہیں فرماتے تھے جس میں باجا ہوا کرتا تھا۔ حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ عید کی نماز عید گاہ چھوٹا خطبہ میں ادا کرتے تھے اور شمالی دیوار سے مل کر اگلی صف میں بیٹھتے تھے۔ ایک بار حضرت قبلہ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ چھوٹا خطبہ میں عید کی نماز پڑھتے ہیں جبکہ عید گاہ بڑا خطبہ میں بڑی جماعت ہوتی ہے آپ وہاں نماز کیوں نہیں ادا فرماتے؟ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے کہ وہ بھی ایک قسم کا باجا ہے۔ آپ مزامیر کے ساتھ سماع (قوالی) پسند نہیں فرماتے تھے۔ سماع کی محفلوں میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار مجبوری میں حضرت قبلہ کو محفل سماع میں شریک ہونا پڑا۔ حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت قبلہ ان کو ساتھ لیکر کاکوری شریف تشریف لے گئے تو وہاں حضرت سید ضامن علی صاحب قادری قلندری نے اس روز اپنے صاحبزادے حضرت راشد علی میاں صاحب کو خلافت عطا فرمائی تھی اور حضرت قبلہ کے دست مبارک سے راشد میاں صاحب کو جامہ زیب تن کروایا۔ اس موقع پر وہاں کے رواج کے مطابق محفل سماع منعقد ہوئی جس میں حضرت ضامن علی شاہ صاحب کے بہت اصرار پر حضرت تشریف فرما رہے۔ حضرت قبلہ قوالی کے دوران آنکھیں بند کر کے ساکت بیٹھے رہے دیکھنے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت کی سانس بند ہے اور صرف بے حس و حرکت جسم وہاں موجود ہے۔

مستم چناں بہ کس کہ ندانم زِ بیخودی
درعرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

ایک واقعہ حضرت مشتاق القادری صاحب نے اپنی یاداشت میں تحریر فرمایا ہے جس کو ان سے حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے بیان کیا تھا۔ایک بار منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کو کارِسرکاری سے لکھنؤ جانا تھا۔اُنہوں نے حضرت قبلہ سے اپنے جانے کا ذکر کیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ لکھنؤ کے فلاں محلہ اور فلاں گلی میں جانا فلاں رخ کے ایک مکان میں سید کرم علی شاہ نامی بزرگ قیام فرما ہیں جو چالیس سال تک عالم جذب و مستی میں رہے ہیں اور اب کچھ کچھ سلوک میں آئے ہیں،ان سے ملاقات کرنا۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کارِسرکاری سے فراغت پاکران بزرگ کی تلاش میں چلے اور بلا کسی دقت و پریشانی کے حضرت قبلہ کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق اس مکان پر پہنچ گئے جہاں سید کرم علی شاہ صاحب مقیم تھے۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے دروازے پر دستک دی،اندر سے ایک شخص برآمد ہوا۔منشی جی نے اس سے ان بزرگ کے متعلق دریافت کیا۔اس شخص نے کہا کہ وہ یہاں مقیم ضرور ہیں لیکن کسی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔منشی جی نے اس سے کہا کہ تم ان سے عرض کر دینا کہ ایک شخص ملاقات کے لئے دروازے پر کھڑا ہے۔اگر وہ اجازت دیں تو بلا لینا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔لیکن اس شخص نے یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا کہ وہ کسی سے ملتے نہیں ہیں۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب مایوسی کے عالم میں کچھ دیر تک دروازہ پر کھڑے رہے اور پھرانہوں نے دوبارہ دستک دی۔وہی شخص دروازے پر آیا اور انہیں دیکھ کر کہنے لگا کہ آپ ناحق کھڑے ہیں،میں نے آپ کو بتادیا کہ وہ کسی سے ملتے نہیں ہیں۔منشی جی نے پھراس سے کہا کہ کم سے کم اتنا تو کہہ دو کہ ایک شخص ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہے۔مگر وہ شخص اتنا کہنے پر بھی آمادہ نہیں تھا کہ اسی درمیان اندر سے آواز آئی ارے آنے دے،آنے دے،وہ انہوں نے بھیجا ہے،وہ انہوں نے بھیجا ہے۔یہ آواز

سن کر وہ شخص اندر گیا اور شاہ صاحب کا منشاء پا کر منشی جی کو اندر بلا لے گیا۔ منشی جی نے بتایا کہ اندر پہنچ کر میں نے اس مرد قلندر کی زیارت کی جو چالیس سال تک غرق فی اللہ رہا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔ مجذوب کی بڑ جاری تھی۔ فرمانے لگے دیکھو اللہ کی رضا کبھی نہ چاہنا، اللہ کی رضا کبھی نہ چاہنا۔ اس کا رحم و کرم چاہنا، اس کا رحم و کرم چاہنا۔ وہ ایک بات کو کئی کئی بار دہراتے تھے۔ پھر فرمایا کہ سمندر میں طوفان آ گیا، کشتیاں گرداب میں آ گئیں۔ ایک کشتی کے مسافروں نے کہا اے اللہ ہم تیری رضا چاہتے ہیں خواہ پار کر دے خواہ ڈبو دے۔ غرق کر دئے گئے۔ دوسری کشتی کے مسافروں نے کہا اے اللہ ہم تیرا رحم و کرم چاہتے ہیں ہم کو پار کر دے۔ وہ پار کر دئے گئے۔ اللہ کی رضا چاہنا سب کا کام نہیں۔ بات مجذوبانہ تھی لیکن بڑی معنی خیز اور معرکہ کی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر شاہ صاحب نے کہنا شروع کیا کہ لوگ ڈھول کو برا کہتے ہیں اس سے تو اللہ کی آواز آتی ہے، اللہ کی آواز آتی ہے۔ منشی جی نے بتایا کہ بات خلاف شرع تھی اس لئے ان کے دل میں کراہیت پیدا ہوئی۔ اسی وقت شاہ صاحب نے منشی جی سے کہا اچھا اب جاؤ، اب جاؤ۔ چنانچہ منشی جی سلام کر کے واپس چلے آئے۔ شاہجہاں پور واپس آ کر منشی جی نے حضرت قبلہ سے اس ملاقات کا حال بیان کیا ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ ان کی ایک بات سے میرے دل میں کراہیت پیدا ہوئی۔ حضرت قبلہ نے دریافت کیا کہ وہ کیا؟ منشی جی نے عرض کیا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ لوگ ڈھول کو برا کہتے ہیں اس سے تو اللہ کی آواز آتی ہے۔ حضرت قبلہ نے بہت تیز لہجے میں فرمایا کہ تم کو کیوں کراہیت پیدا ہوئی۔ منشی جی نے عرض کیا کہ بات خلاف شرع تھی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وہ اپنا حال بیان کر رہے تھے تم کو کیوں کراہیت پیدا ہوئی۔ پھر فرمایا کہ تم کو انہوں نے بھگا دیا ہو گا۔

پیر اور پیر کے مزار کو سجدہ حرام

حضرت مشتاق القادری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر کے مطابق حضرت

قبلہ نے ایک بار ان سے فرمایا کہ پیر اور پیر کے مزار کو بالقصد سجدہ کرنا مطلقاً حرام ہے۔

ولایت میں مقام ومنصب

یہ سوال برابر کیا جاتا رہا ہے کہ ولایت میں حضرت قبلہ کا مرتبہ، منصب ومقام کیا تھا۔ اکثر لوگوں نے اپنی عقیدت ومحبت اور اپنے علم وتجربے کی بنیاد پر اس سوال کے مختلف جوابات دئے۔ یہاں ان جوابات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ حضرت قبلہ کے سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب حضرت قبلہ کو سلطان الاولیاء کہتے تھے اور انہوں نے ایسا تحریر بھی کیا ہے۔ اس کے علاوہ برکت علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کے وصال کے بعد ان کے مزار مبارک پر مراقبہ کیا۔ دوران مراقبہ انہوں نے حضرت قبلہ سے ولایت میں ان کے مقام کے بابت دریافت کیا جس کے جواب میں حضرت قبلہ نے اپنا مقام ''تاج الاولیاء'' فرمایا۔ حضرت قبلہ کے تعلق سے مذکورہ حضرات کی کسی بات پر تبصرہ کرنے کا حق راقم کو نہیں ہے لیکن بات کو آگے بڑھانے کے حق سے راقم دستبردار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایک اقتباس حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''کشف المحجوب'' سے نقل ہے جس میں داتا صاحب نے ''اولیاء کی اقسام'' کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا ہے۔

''جو اولیاء حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں، ان کی تعداد تین سو ہے۔ ان کو اخیار کہا جاتا ہے۔ اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال اور ۷ وہ ہیں جن کو ابرار اور ۴ وہ ہیں جن کو اوتاد اور ۳ وہ ہیں جن کو نقباء (نقیب کی جمع) ایک وہ ہے جسے قطب اور غوث کہا جاتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ وہ ہیں جنہیں ایک دوسرے پہچانتے ہیں اور امور و، معاملات میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس پر مروی صحیح حدیثیں ناطق ہیں اور اہل سنت و جماعت کا ان کی صحت پر اجماع ہے۔''

اب ایک واقعہ پیش ہے جسے مولوی نور احمد صاحب مرحوم خطیب وامام جامع مسجد نے بیان فرمایا اور وہ خود اس کے شاہد بھی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک رات ایک شخص نے ان کے دروازے پر دستک دی۔ جب میں باہر آیا تو اس شخص نے کہا کہ مسجد میں چل کر سورۂ رحمٰن سنا دیں۔ مولوی نور احمد صاحب بہت خوش الحانی سے قرآن پاک تلاوت فرمایا کرتے تھے، وہ اس شخص کے ساتھ اپنے مکان کے پاس چونے والی مسجد میں تشریف لائے اور حسب فرمائش سورۂ رحمٰن شریف کی تلاوت کی۔ اس شخص نے دوبارہ تلاوت کرنے کو کہا۔ اس طرح کئی بار تلاوت کی فرمائش ہوئی۔ اسی بیچ وہ شخص غائب ہو گئے۔ وہ جن تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے۔ مولوی نور احمد صاحب مرحوم کو بہت مضبوط اعصاب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے لیکن اس صورت حال نے ان کے اعصاب کی مضبوطی کو اثر انداز کیا۔ خوف وغصہ کی ملی جلی کیفیت سے مولوی صاحب دوچار تھے۔ چونکہ اکثر حضرت قبلہ اپنے پاس آنے والے جنہ کو بشکل انسانی مولوی نور احمد صاحب مرحوم کے پاس قرآن پاک سننے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ لہٰذا اس شب جب وہ جن اچانک غائب ہو گئے تو ان کی شکایت کے لئے مولوی صاحب مرحوم چونے والی مسجد سے سیدھے مسجد طرہ باز خاں، حضرت قبلہ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسجد کے صدر دروازے سے اندر داخل ہو کر مولوی صاحب حضرت قبلہ کے حجرے کے پاس پہنچے تو حجرہ باہر سے بند تھا۔ مسجد کے دروں کے پردے گرے ہوئے تھے۔ چراغ کی روشنی پردوں سے چھن کر باہر آ رہی تھی اور اندر سے کسی کے چھٹ پٹانے کی آواز آ رہی تھی۔ مولوی نور احمد صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت قبلہ مسجد کے ہال میں تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا انہوں نے پردہ ہٹا کر جیسے ہی اندر داخل ہونا چاہا، اندر کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ اندر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم مبارک کے تمام اعضاء الگ الگ پڑے تھے اور رقص بسمل ہو رہا تھا، یعنی وہ اعضاء بظاہر تڑپ رہے تھے۔ مولوی صاحب اس منظر کو دیکھ کر یہی سمجھے کہ حضرت قبلہ کو کسی نے بیدردی سے قتل کر دیا ہے۔ تنہائی اور رات کے سناٹے میں ایسا منظر دیکھ کر

جو کیفیت ہونا چاہیئے وہ مولوی صاحب کی ہوئی اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابھی مولوی صاحب نے باہر جانے کے لئے مسجد کا صدر دروازہ کھولنا ہی چاہا تھا کہ پیچھے سے حضرت قبلہ نے مولوی صاحب کا نام لیکر آواز دی۔ اب جو مولوی صاحب نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت قبلہ مسجد کے درمیانی در میں کھڑے تھے۔ مولوی صاحب حیرت کا مجسمہ بن گئے اور پھر حضرت قبلہ کے پاس پہنچے۔ حضرت قبلہ نے آمد کی وجہ دریافت کی تو مولوی صاحب نے جن کا پورا واقعہ عرض کر کے اچانک غائب ہو جانے کی وجہ سے خوف زدہ ہو جانے کی شکایت کی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں تاکید کروں گا۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ تم جاؤ اور اتنی رات میں یہاں نہ آیا کرو۔ پھر حضرت قبلہ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ تم نے جو کچھ آج دیکھا ہے اسے میری زندگی میں کسی سے نہ کہنا۔ مولوی صاحب مرحوم نے حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا۔ حضرت قبلہ کے وصال کے تقریباً ۲۵ سال بعد اس واقعہ کو راقم سے بیان کیا۔ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم کے اعضاء کو الگ الگ ہو کر رقص بسمل کرنے کو دیگر حضرات نے بھی متعدد بار دیکھا ہے۔ ریلوے کے ایک گارڈ صاحب نے نوری مرکز والی مسجد میں اس کیفیت کو اس وقت دیکھا جب حضرت قبلہ تارین ٹکلی میں رسالدار عبدالکریم خاں صاحب کے مکان پر قیام فرماتھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر عصمت خاں صاحب مرحوم نے گرمیوں کی ایک دوپہر کو مسجد طرہ باز خاں میں حضرت قبلہ کی یہ کیفیت دیکھی تھی۔ راقم سے محمد عقیل خاں صاحب کراچی پاکستان نے پاکستان ہجرت کرنے سے قبل مسجد طرہ باز خان کے حجرہ مبارکہ میں حضرت قبلہ کو اس کیفیت میں دیکھنا بیان کیا۔ اور بھی کئی حضرات کا نام لیا جاتا ہے لیکن راقم کو مولوی نور احمد صاحب جیسا کوئی دوسرا عینی شاہد نہیں ملا۔ راقم کی رائے میں مولوی صاحب مرحوم کی شہادت یقین کے لئے کافی ہے۔

اب حضرت قبلہ کے ایک خادم جناب حبیب حسن خاں صاحب کا بیان پیش ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت قبلہ سے سیدھے سیدھے اس مسئلہ پر سوال کرنا ہم

لوگوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ایک بار حضرت قبلہ سے اس طرح سوال کیا گیا کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں جن کے اعضاء الگ الگ ہو جاتے ہیں اور وہ پھر پہلے کی طرح آپس میں مل جاتے ہیں۔حضرت قبلہ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی اور فوری طور پر کچھ نہیں فرمایا۔کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے بزرگ کا ذکر ہو رہا تھا تب حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب کوئی بزرگ غوثیت کے مرتبہ اور منصب پر فائز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں یہ وصف پیدا فرما دیتا ہے کہ اس کے جسم کے اعضاء الگ الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔اس کی عبادت کرتے ہیں پھر آپس میں مل کر پہلی کیفیت میں آجاتے ہیں۔نہ تو حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے خود کو کبھی غوث الزماں فرمایا اور نہ ہی راقم کی یہ حیثیت ہے کہ وہ حضرت قبلہ کا منصب ''غوث الزماں'' اپنی تحریک پر تحریر کر سکے۔لیکن حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی مذکورہ تحریر اور مولوی نور احمد صاحب مرحوم نیز حبیب حسن خاں صاحب مرحوم کے مذکورہ بیانات سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے اس کا فیصلہ قارئین حضرات خود فرما سکتے ہیں۔راقم ایک خط کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہے جو ۲۳ رمئی ۱۹۵۵ء کا ہے، جسے ڈوم ڈوما نامی کسی مقام سے بھیجا گیا ہے۔اس خط میں حضرت قبلہ کو مولانا جبل قاف شاہ عرف مولانا سجاد اللہ صاحب تحریر ہے۔کیا یہ خط بھیجنے والے خود صاحب ولایت ہیں؟ اور کیا طریقت و تصوف میں کوئی مقام ''جبل قاف'' ہے؟ راقم کو انتہائی کوشش کے باوجود اس سوال کا جواب نہیں مل سکا۔ڈکشنری فیروز اللغات میں جبل کے معنی پہاڑ اور قاف کی تفصیل میں ''ایک پہاڑ جو ایشائے کوچک کے شمال میں ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں پریاں آباد ہیں۔'' درج ہے۔ڈکشنری لغات کشوری میں جبل کے معنی پہاڑ اور قاف کی تفصیل میں ''نام ایک پہاڑ کا جو گرداگرد تمام عالم کے ہے، کہتے ہیں کہ یہ زمرد سبز کا ہے اور اسی کے عکس سے آسمان کا رنگ نیلگوں ہے'' تحریر ہے۔اگر تصوف میں جبل قاف کوئی مقام ہے تو گمان غالب ہے کہ یہ سب سے اعلیٰ مقام ہوگا۔واللہ عالم۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ

کَانَ اللّٰہِ لَہٗ' (مفہوم: جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔) حضرت قبلہ جب کسی کو خط تحریر فرماتے تو آخر میں اپنا اسم گرامی اس طرح تحریر فرماتے "محمد سجاد اللہ شاہ کان لِلّٰہ وکان اللہ لہٗ آمین ۳"

حضرت قبلہ کا مُکاشفہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت قبلہ کو مکاشفہ میں درجہ کمال عطا فرمایا تھا۔ حضرت مشتاق القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ عالم مکاشفہ کے بڑے ماہر تھے اور ان کی معلومات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ آپ کے سامنے کسی معروف بزرگ کا ذکر کیا جاتا یا کسی غیر معروف بزرگ کے مزار کا تذکرہ ہوتا آپ سارے حالات معہ شجرہ بلا کم و کاست اظہار فرمادیتے تھے۔ مشتاق القادری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو حضرت قبلہ کی صحبت میں شریعت وطریقت کے بہت سے نکات سمجھنے کا موقع ملا، بہت سے سلاسل کی اصل حقیقت سے واقفیت حاصل ہوئی۔ مشتاق القادری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ اکثر مزارات پر تشریف لے جاتے اور صاحب مزار کے حال اور نسبت سے لوگوں کو آگاہ فرماتے۔ بعض ایسے مزارات جن پر لوگ عقیدتمندانہ حاضری دیتے اور پھول، چادر نذر کرتے تھے، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کسی بزرگ کا مزار نہیں ہے۔ بلکہ ایک عام آدمی کی قبر ہے اور بعض ایسے مزارات کی نشاندہی فرمائی جن کو لوگ عام طور پر کسی ولی اللہ کا مزار نہیں جانتے تھے۔ راقم سے حافظ منصور علی صاحب اور ان سے حضرت قبلہ نے محلہ محمد زئی تکیہ والی گلی میں ڈاکٹر لیاقت صاحب کے مکان کے سامنے مرحوم حفیظ صاحب کے دروازے کے قریب واقع پختہ قبر کے بارے میں فرمایا کہ یہ کسی بزرگ کا مزار نہیں ہے۔ ایک عام قبر ہے۔ والد محترم محمد شفیع خاں صاحب کے بیان کے مطابق مسجد طرہ باز خاں محمد زئی کے احاطہ میں حضرت طرہ باز خاں صاحب کے مزار مبارک کے جنوب میں ہموار زمین پر آپ نے ایک بزرگ شہید مرد

کے مدفون ہونے کی نشاندہی فرمائی اور مٹی ڈلوا کر قبر کا نشان بنوایا جس پر بعد میں چبوترہ اور لنٹر تعمیر کرایا گیا۔ اسی طرح کھگالال کے محل کے پاس تاروں والے باغ کو جانے والی گلی کے کونے پر ایک مکان میں بیت الخلاء کے نیچے ایک بزرگ کے دفن ہونے کی نشاندہی فرمائی۔ آپ کی نشاندہی اور ہدایت کے تحت مالک مکان نے وہاں سے بیت الخلاء ہٹا کر مزار کی تعمیر کرائی اور اس حصہ کو مکان کے باہر کر دیا۔ مشن اسکول کے آگے چھائے کوئیں کے پاس بسرات کو جانے والی سڑک کے موڑ پر حضرت گوہر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے جن کے نام پر محلّہ گوہر پورہ آباد ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مزار فرضی ہے، اس مزار کی سیدھ میں جنوب کی جانب سڑک کے بیچ میں اصل مزار واقع ہے آپ نے اپنے معتقدین سے فرمایا کہ جب وہاں سے گزر ہو تو سڑک کے بیچ کے حصہ کو چھوڑ کر کنارے سے گزرنا۔

راقم سے حافظ منصور علی صاحب، حبیب حسن خاں صاحب اور حافظ اسمٰعیل صاحب نے اور ان سے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ شاہجہاں پور میں دو پیغمبران اسلام علیہ السلام مدفون ہیں۔ فرمایا کہ ایک پیغمبر بسرات کے آگے بنیائی مسجد کے نیچے دفن ہیں آدھا مزار مسجد کے صحن میں ہے اور آدھا باہر ہے، دوسرے پیغمبر کی بابت فرمایا کہ محلّہ چمکنی بہادر گنج میں داروغہ مظہر حسین خاں صاحب (مرحوم) کے مکان میں دفن ہیں۔

محمد معروف خاں صاحب امام مسجد فخر عالم میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ساکن بابوزئی نے راقم سے اور ان سے حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت قبلہ نے بہت سے حضرات کی موجودگی میں فرمایا کہ شاہجہاں پور میں دو نبیوں کے مزارات ہیں جن میں سے ایک نبی مرسل ہیں پھر ان مقامات کی نشاندہی فرمائی۔ مقامات کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے بعد چند لوگ مسجد کے باہر چلے گئے اور باہر کھڑے ہو کر آپس میں باتیں کرنے لگے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ حضرت قبلہ نے جن نبیوں کے مزارات کا ذکر

فرمایا ہے وہ تو نہ جانے اور کتنے سال پہلے گزرے ہوں گے۔ حضرت قبلہ کو ان کے
مزارات کا علم کیسے ہو گیا۔ الغرض وہ لوگ حضرت قبلہ کے فرمان پر شبہ ظاہر کر رہے
تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ایسا کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ کے کشف کا
امتحان لیتے ہیں، پتہ چل جائے گا۔ دوسرے نے پوچھا وہ کیسے تو اس نے کہا حضرت قبلہ
سے دریافت کیا جائے کہ حضرت احمد اللہ شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک
کہاں دفن ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت قبلہ کو 'بذریعہ کشف' اس کا علم ہو
گیا۔ آپ کو جلال آ گیا۔ آپ نے حبیب حسن خاں صاحب سے فرمایا جاؤ دروازے
کے باہر کچھ لوگ بات چیت کر رہے ہیں ان کو بلا لاؤ۔ حبیب حسن خاں صاحب جا کر
ان سب کو بلا لائے۔ حضرت قبلہ نے انتہائی پُر جلال کیفیت میں فرمایا تم لوگ ہمارا
امتحان لینا چاہتے ہو، ہم تم کو حضرت احمد اللہ شاہ صاحب کا سرِ مبارک دفن ہونے کی
جگہ بھی بتائیں گے۔ تم سب کل صبح میرے پاس آ جانا۔ یہاں پر یہ عرض کرتے چلیں
کہ حضرت احمد اللہ شاہ صاحب کو پوایاں کے راجہ نے ۵/جون ۱۸۵۸ء کو شہید کیا تھا
اور آپ کا سر مبارک کاٹ کر شاہجہاں پور کے انگریز کلکٹر کو پیش کیا تھا اور دھڑ مبارک
کی بے حرمتی کر کے جلا دیا گیا تھا۔ انگریز کلکٹر نے علاقہ میں خوف و ہراس پیدا کرنے
کے لئے سرِ مبارک کو کوتوالی کے دروازے پر لٹکا دیا تھا۔ لودھی پور سے مشرق میں واقع
موضع رسول پور کے غیور و بہادر نوجوان سر مبارک کو کوتوالی سے اتار لے گئے۔ انگریز
فوج نے رسول پور پہنچ کر پورے گاؤں کو تاراج کر دیا، فصلیں برباد کر دیں، تمام آثار
مٹا دئے۔ وہاں کے باشندگان کو اس کاروائی کا اندازہ تھا اس لئے تمام باشندے پہلے
ہی گاؤں خالی کر کے نامعلوم مقامات کے لئے کوچ کر چکے تھے لہٰذا فوری طور پر کوئی
جانی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک انگریز حکومت کے ۹۰ سال کے
عرصہ میں وہ لوگ رسول پور واپس نہ آ سکے۔ اس مدت میں بچے بوڑھے ہو گئے نسلیں
بدل گئیں۔ گاؤں چھوڑتے وقت حضرت احمد اللہ شاہ صاحب کا سر مبارک ایک جگہ پر
دفن کر دیا گیا تھا لیکن ۱۹۴۷ء تک کوئی یہ بتانے والا نہیں تھا کہ سر مبارک کس جگہ پر دفن

ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت قبلہ سے حضرت احمد اللہ شاہ صاحب کا سر مبارک دفن ہونے کی جگہ کو معلوم کرنا چاہا تھا۔ بہر حال وہ لوگ اگلے روز صبح میں حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔حبیب حسن خاں صاحب بھی پہنچ گئے۔

حضرت قبلہ سب کو ساتھ لیکر پیدل موضع رسول پور کے علاقہ میں تشریف لے گئے ۔وہاں اس وقت ایک کسان کھیت میں ہل جوت رہا تھا۔وہ اپنا کام چھوڑ کر حضرت قبلہ کے استقبال کے لئے بڑھا۔حضرت قبلہ نے فرمایا تم اپنا ہل چلاؤ کام جاری رکھو، وہ ہل چلانے لگا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ سر مبارک اسی کھیت میں دفن ہے، کسان جب اس جگہ پہنچے گا تو میں بتادوں گا۔کچھ دیر کے بعد کسان کا ہل ایک جگہ پہنچا تو حضرت قبلہ نے رکنے کو فرمایا اور فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو، بہت آہستہ اور ادب سے کھودنا۔زمین کھودی گئی تو سر مبارک ظاہر ہوا۔جب سر مبارک نکالا گیا تو وہ تقریباً تروتازہ تھا۔سر مبارک کو پھر ادب سے دفن کر دیا۔اس طرح حضرت قبلہ کے ذریعہ حضرت احمد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دفن ہونے کی جگہ کا علم حاصل ہوا۔

مست ومجذوب کی نشاندہی

جس طرح حضرت قبلہ ولی وغیر ولی کے مزارات وقبروں کی نشاندہی فرماتے تھے اسی طرح مست ومجذوب اور پاگل کی بھی نشاندہی فرمادیا کرتے تھے۔اکثر جن کو لوگ مست اور مجذوب سمجھتے تھے ان کو آپ نے پاگل بتایا اور جن کو لوگ پاگل خیال کرتے تھے ان میں سے اکثر کو حضرت قبلہ نے مست اور مجذوب بتایا۔حضرت قبلہ کو مجذوبوں سے بہت پیار تھا۔آپ ان میں خصوصی دلچسپی لیا کرتے تھے لیکن دوسروں کو زیادہ ملنے سے منع فرماتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجذوبوں سے فائدہ اتفاقیہ ہوتا ہے نقصان کا احتمال زیادہ رہتا ہے ۔آپ مجذوبوں کے حالات ومدارج سے لوگوں کو آگاہ فرماتے تھے۔اس وقت کے مجذوبوں میں حضرت سید مقبول احمد کرمانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خیرآباد شریف،اور حضرت زرہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ

علیہ بریلی شریف کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔حضرت مقبول میاں صاحب کو سرد مزاج اور حضرت زرہ شاہ صاحب کو گرم مزاج فرماتے تھے۔اکثر ضرورت مندوں کو آپ ان حضرات کے پاس بھیجا کرتے تھے۔آپ کا بھیجا ہوا جو بھی شخص ان حضرات کے پاس حاضر ہوتا ،اس سے یہ حضرات شفقت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔حضرت قبلہ فرماتے تھے ایک مجذوب اور پاگل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایک عشق مولیٰ میں پاگل ہے دوسرا مرض سے پاگل ہے۔جس طرح پاگل کے لئے کیچڑ قورمہ ایک برابر ہے اسی طرح مجذوب بھی لذت سے نا آشنا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کے حوالے سے حضرت مشتاق القادری صاحب نے تحریر کیا ہے۔ایک روز منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کی دعوت کی ۔حضرت قبلہ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ راستہ میں ان کو حضرت مقیم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نامی مجذوب مل گئے جو حضرت قبلہ کو ''بابا'' کہتے تھے،حضرت قبلہ حضرت مقیم شاہ صاحب کو ساتھ لیکر حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب کے یہاں تشریف فرما ہوئے ۔جب کھانا لگایا گیا تو حضرت قبلہ نے مقیم شاہ کے سامنے گوشت کا پیالہ رکھا اور ان سے کھانے کے لئے فرمایا۔جب مقیم شاہ صاحب نے کھانا شروع کر دیا تو حضرت قبلہ نے ان سے پوچھا، میٹھا ہے، مقیم شاہ صاحب نے جواباً عرض کیا ''بابا'' میٹھا نائیں ہے۔حضرت قبلہ نے منشی قدرت اللہ شاہ صاحب سے نمک کی شیشی منگوا کر اتنا زیادہ نمک اس میں ڈال دیا کہ گوشت یقیناً کڑوا ہو گیا ہوگا۔حضرت قبلہ نے مقیم شاہ صاحب سے فرمایا کہ اب کھاؤ۔حضرت مقیم شاہ صاحب نے اب جو نوالہ لیا تو خوش ہو کر تھرکنے لگے اور کہا ''بابا اب خوب میٹھا ہو گیا'' اور پھر سارا گوشت کھا لیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ان کو کسی چیز کی کوئی لذت نہیں ملتی۔

ایک واقعہ راقم سے مرحوم محمد حسن خاں صاحب ساکن جلی کوٹھی نے بیان کیا کہ خلیل شرقی کے رہنے والے ایک بکر قصاب کا جوان لڑکا گھر سے غائب ہو گیا۔کچھ

عرصہ کے بعد واپس آ گیا لیکن اس کی حالت پاگلوں جیسی تھی۔ گھر والے اسے باندھ کر رکھنے لگے۔ جب بھی اسے باندھا جاتا وہ از خود کھل جاتا تھا لیکن کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا، بس گھومتا رہتا تھا۔ بعد میں وہ محمد حسن خاں صاحب کی کوٹھی جس میں اب بیمہ دفتر ہے، میں رہنے لگا۔ عادت یہ تھی کہ راستے میں جو پھٹے پرانے کپڑے پڑے ہوتے ان کو بین کر کوٹھی میں جمع کرتا رہتا۔ کپڑوں کا ڈھیر کوٹھی میں بہت برا لگتا تھا۔ نوکرانی نے ایک روز ان کی والدہ سے کہا کہ اس کا یہ سامان پھینک دیتے ہیں لیکن والدہ نے منع کر دیا۔ اسی روز حضرت قبلہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کے کپڑے ہرگز نہ پھینکنا کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص محمد حسن خاں صاحب کے یہاں سے چلا گیا اور پھر کبھی دکھائی نہیں دیا بعد میں جب حضرت قبلہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ قطب تھے اور اب ان کی ڈیوٹی شاہ آباد میں ہے۔

حضرت قبلہ کی روشن ضمیری

حضرت قبلہ ایک باکمال روشن ضمیر بزرگ تھے۔ واقعات بتاتے ہیں کہ حقیقت آپ سے پوشیدہ نہیں رہ پاتی تھی۔ اس تعلق سے چند واقعات پیش ہیں۔

نوشے علی خاں صاحب ساکن بھارت دواجی نے بیان کیا کہ ۱۹۵۳ء یا ۱۹۵۴ء میں جب کہ ان کی عمر تقریباً ۱۳ سال تھی۔ ایک روز ان کے یہاں گائے کے گوشت کے شامی کباب بنے تھے۔ شامی کباب حضرت قبلہ کو بہت مرغوب تھے۔ نوشے خاں کے والد شفاعت اللہ خاں عرف ننھے خاں مرحوم نے ان سے کہا کہ حضرت قبلہ کو کھانا پہنچا کر آؤ۔ لہٰذا نوشے خاں نے قلفی میں شامی کباب، سلاد اور روٹی رکھی اور اسے کپڑے سے باندھ کر لگ بھگ ایک بجے دن مسجد طرہ باز خان محلہ محمد زئی پہنچے۔ اس وقت حضرت قبلہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ نوشے خاں سے چلتے وقت ان کے والد نے کہا تھا کہ کھانا دیکر آنا اگر حضرت قبلہ نہ ہوں تو ان کا انتظار کرنا۔ لہٰذا نوشے خاں حضرت قبلہ کے انتظار میں مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب عصر تک حضرت قبلہ تشریف

نہیں لائے تو نوشے خاں مسجد کی شمالی فصیل پر بیٹھ گئے اور ان کا رخ بھی شمال کی جانب تھا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت قبلہ کی کھڑانوں اور ڈنڈے کے کھٹکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ نوشے خاں اس سمت متوجہ ہوئے۔ حضرت قبلہ نالی پار کر کے مسجد کے دروازے کی جانب بڑھے اور فرمایا کہ بڑے ضدی ہو بیٹھ کر رہ گئے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت قبلہ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر نوشے خاں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا، کھانا لائے ہو؟ نوشے خاں نے کھانا پیش کیا۔ حضرت قبلہ نے قلفی کھولی، روٹی اور سلاد الگ الگ برتنوں میں رکھ لیا۔ کباب قلفی میں باندھ دئے اور فرمایا یہ کباب گائے کے گوشت کے ہیں ہمارے کھانے کے لائق نہیں ہیں، واپس لے جاؤ۔ نوشے خاں نے اس وقت تک حضرت قبلہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ کباب گائے کے گوشت کے ہیں لیکن حضرت قبلہ سے کبابوں کی حقیقت پوشیدہ نہیں رہ سکی۔ نوشے خاں نے گھر پہنچ کر پورا واقعہ اپنے والد کو بتایا۔ ان کے والد نے فوری طور پر بکرے کا قیمہ منگوایا اور اس کے شامی کباب تیار کرائے۔ اس وقت تک رات کافی ہو چکی تھی۔ نوشے خاں کے والد صاحب ان کو ساتھ لیکر حضرت قبلہ کی خدمت میں کباب پیش کرنے کے لئے مسجد پہنچے۔ حضرت قبلہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے حجرے میں جا چکے تھے اور حجرہ اندر سے بند تھا۔ والد صاحب خود مسجد کی اندرونی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور نوشے خاں سے کہا کہ حجرہ کھٹکھٹا کر حضرت قبلہ کو کباب پیش کرو۔ نوشے خاں نے حکم کی تعمیل میں جیسے ہی حجرہ کھٹکھٹایا اندر سے حضرت قبلہ نے پُر جلال آواز میں فرمایا "پھر آ گئے" اور حجرہ کھول کر باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے والد کہاں ہیں؟ نوشے خاں نے عرض کیا کہ وہ سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہیں۔ حضرت قبلہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور غصہ کی حالت میں فرمایا کہ آج پہلا اور آخری موقع ہے کہ میرا حجرہ رات میں کھٹکھٹایا، آج کے بعد ایسی غلطی نہ کرنا کیونکہ حجرہ بچے نے کھٹکھٹایا تھا اس لئے معافی ہے اس کی جگہ اگر تم حجرہ کھٹکھٹاتے تو جاں بحق ہو جاتے۔ پھر حضرت قبلہ کا غصہ دور ہو گیا اور کباب قبول فرما لئے۔ کچھ لقمے خود تناول فرمائے، ایک دو لقمے نوشے خاں

کو اپنے دست مبارک سے کھلائے۔ اس وقت حضرت قبلہ نے نوشے خاں کے والد سے فرمایا کہ گائے کے گوشت پر گورنمنٹ نے پابندی لگا دی ہے اور گورنمنٹ کا حکم ماننا مسلمان کا فرض اولیں ہے۔ گائے کا گوشت نہ کھانے سے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آتی۔ اگر بھیسا، بکرا اور مرغ کے گوشت پر گورنمنٹ پابندی لگا دے تو اس کے نہ کھانے سے بھی ایمان میں کوئی کمزوری واقع نہیں ہوگی۔ چوری چھپے کا گوشت کھانا قطعی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اسلام کے خلاف کوئی پابندی لگائی جائے تو برہنہ شمشیر ہو جاؤ۔

نوشے خاں صاحب نے ایک دوسرا واقعہ بیان کیا کہ حضرت قبلہ نے ان کے والد شفاعت اللہ خاں عرف ننھے خاں مرحوم سے فرمایا کہ تمہارے فلاں عزیز جواری اور شرابی ہیں ان کو گھر میں نہ آنے دیا کرو، جس گھر میں جواری اور شرابی آتے ہیں اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ چنانچہ حضرت قبلہ کے حکم کی تعمیل میں ان عزیز کے گھر میں آنے پر پابندی لگا دی گئی۔

راقم سے حضرت قبلہ کی روشن ضمیری کا ایک واقعہ جناب محمد ولی صاحب ساکن بجلی پورہ نے بیان کیا۔ ایک بار انہوں نے اپنے پیر و مرشد مفتیٔ اعظم حضرت مصطفٰے رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ محمد ولی صاحب نے حضرت قبلہ کو مدعو کیا حضرت قبلہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ تم اپنے پیر صاحب کی دعوت کرو ہم بعد میں کھا لیں گے۔ لہٰذا دعوت ختم ہونے کے بعد محمد ولی صاحب حضرت قبلہ کے لئے کھانا لے کر مسجد حاضر ہوئے۔ دو ڈبوں کا ناشتہ دان تھا، ایک میں چاول اور دوسرے میں سالن تھا۔ جب مسجد پہنچ کر کھولا تو روٹی نہیں تھی۔ ناشتہ دان رکھ کر محمد ولی صاحب روٹی گھر سے لانے کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بیٹھو روٹی آرہی ہے۔ تھوڑی دیر میں محمد ولی صاحب کے گھر سے ایک صاحب روٹی لے کر پہنچ گئے۔

بیگم نواب نظام الدین خاں صاحب مرحوم ساکن اٹہ نے بیان کیا کہ ایک نوزائیدہ بچے کو حضرت قبلہ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بچہ نطفۂ

حرام سے ہے۔ یہاں بچے کا نام اور پہچان کو قصداً تحریر نہیں کیا گیا ہے مقصد صرف حضرت قبلہ کے اوصافِ حمیدہ کا اظہار ہے۔

راقم سے مشتاق القادری صاحب اور ان سے منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے بیان کیا کہ ان کے گھر موضع پیر پور سے ان کی بھینس کے دودھ سے بنا ہوا گھی آیا جس کو انہوں نے حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قبلہ نے گھی سونگھ کر ہٹا دیا اور فرمایا کہ اس میں بوئے حرام آتی ہے۔ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب یہ سن کر لرز گئے اور گھر جا کر سختی سے تحقیق کی کہ حضرت قبلہ نے یہ کیوں فرمایا کہ اس میں بوئے حرام آتی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں پارٹی بندی کی بنا پر مخالف پارٹی کے ایک شخص کی ہری فصل کاٹ لی گئی تھی۔ اس میں ان کے گھر کا نوکر بھی شامل تھا۔ وہ ہری فصل بھینس کو کھلائی گئی تھی۔

راقم سے حاجی رئیس احمد صاحب قالین مرچنٹ نے بیان کیا کہ ان کے یہاں قالین کا کام ہوتا تھا اور کاریگر کام کیا کرتے تھے۔ ایک کاریگر جن کا نام فرید اللہ تھا محلہ خلیل غربی کے رہنے والے تھے۔ ایک روز حضرت قبلہ مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔ فرید اللہ منڈی جانے کے لئے وہاں سے گزرے۔ حضرت قبلہ نے فرید اللہ کا نام لیکر بلایا اس پر فرید اللہ کو تعجب ہوا کہ حضرت ان کا نام کیسے جانتے ہیں کہ اس سے قبل فرید اللہ کی کوئی ملاقات حضرت قبلہ سے نہیں ہوئی تھی۔ جب فرید اللہ قریب پہنچے تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تم آج رات پاکستان جا رہے ہو، میرا کچھ سامان لیتے جانا کراچی میں ایک باغ ہے جہاں بزرگان دین کی مجلس ہوتی ہے، وہاں کے خادم کو یہ سامان دے دینا۔ اپنے پاکستان جانے کی بات حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے سن کر فرید اللہ محو حیرت ہو گئے۔ ایک پوٹلی میں کچھ سامان حضرت قبلہ نے فرید اللہ کو دیا۔ فرید اللہ اسے لیکر گھر پہنچے اور اپنے والدین کو پورا واقعہ بتایا۔ والدین نے فرید اللہ کو تاکید کی کہ اسے کھولنا نہیں اور پہنچ کر پہلا کام یہی کرنا۔ چنانچہ ۱۲ بجے دن کے جب فرید اللہ کراچی پہنچے تو اپنے عزیز سے اس باغ کا پتہ معلوم کر کے

وہاں پہنچ گئے اور ایک صاحب سے اس خادم کی بابت دریافت کیا، بتایا گیا کہ باغ میں ایک کمرہ ہے اس میں رہتے ہیں ۔ چنانچہ کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، جو صاحب باہر تشریف لائے ان سے فریداللہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ ہی باغ کے خادم ہیں ۔ جواب اثبات میں ملا۔ فریداللہ نے عرض کیا کہ میں انڈیا شاہجہاں پور سے حاضر ہوا ہوں اور حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب نے یہ تحفہ آپ کو بھیجا ہے۔ خادم نے پوٹلی لے لی اور اندر جا کر دروازہ بند کرلیا۔ فریداللہ واپس آ گئے ۔ واپسی پر ان کے عزیز نے بتایا کہ عصر کی نماز کے بعد وہاں بزرگ جمع ہوتے ہیں اور ذکر ہوتا ہے ۔ فریداللہ کو تجسس تھا انہوں نے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کئے اور عصر کے بعد اس باغ میں پہنچ گئے ۔ فرش بچھا ہوا تھا، کچھ حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ فریداللہ بھی جا کر ایک طرف بیٹھ گئے ۔ وہ خادم پانی لیکر آئے ۔ اسی بیچ فریداللہ نے دیکھا کہ پورب کی جانب سے حضرت قبلہ تشریف لا رہے ہیں قریب پہنچ کر حضرت قبلہ نے اس خادم کو ایک تھپڑ مارا اور فرمایا کہ تم نے میرے آدمی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا مجھکو تمہارا یہ سلوک ناگوار گزرا اور میں نے طے کیا کہ چل کر تم کو سزا دوں۔ فریداللہ نے دیکھا کہ حضرت قبلہ پچھم کی جانب چل دئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حاجی رئیس احمد صاحب کا بیان ہے کہ یہ واقعہ پاکستان سے واپسی پر فریداللہ نے ان کو بتایا تھا۔

برکت علی صاحب نے ایک تسبیح دکھا کر بتایا کہ یہ تسبیح حضرت قبلہ وظائف پڑھنے میں استعمال کیا کرتے تھے۔ ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے ایک دن یہ سوچا کہ یہ تسبیح حضرت قبلہ ان کو عنایت فرما دیں تو وہ اس کو استعمال کریں۔ دوسری بار پھر یہی خیال ان کے ذہن میں آیا لیکن دونوں بار عطا نہیں کی گئی ۔ جب تیسری بار حضرت قبلہ کے سامنے ان کے دل میں یہی خیال آیا تو حضرت قبلہ نے وہ تسبیح منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کو عطا فرما دی۔ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے تیس سال تک اس تسبیح کا استعمال کیا اور آخری ایام میں اسے برکت علی خاں صاحب کو عطا فرما دیا۔

چودھری نور محمد صاحب ساکن کٹیہ ٹولہ کی اہلیہ اپنے بھائی کے پاس تین ماہ کے ویزہ پر ایک بار نوشیرا پاکستان اپنے بچوں کو لیکر گئیں۔ جانے سے قبل حضرت قبلہ سے سفر پر جانے کا ذکر کیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا نوشیرا میں پہاڑی پر حضرت کاکا صاحب کا مزار شریف ہے وہاں حاضری ضرور دینا۔ چودھری صاحب کی اہلیہ وہاں پہنچ کر حاضری دینا بھول گئیں۔ چند یوم کے بعد ان کے صاحبزادے حاجی اکرام اللہ جو اس وقت ۱۰ سال کے تھے کے کانوں میں شدید درد اٹھا۔ نوشیرا، مردان اور پیشاور کے بہت سے ڈاکٹروں کو دیکھایا گیا۔ جب کوئی فائدہ نہیں ہوا اور درد شدت اختیار کرنے لگا تو چودھری صاحب کی اہلیہ نے ویزہ کی مدت ختم ہونے سے قبل ہی واپسی کا ارادہ کر لیا۔ بیٹے کی تکلیف اور اپنی واپسی کی اطلاع بذریعہ خط انہوں نے چودھری صاحب کو دی۔ چودھری صاحب وہ خط لیکر حضرت قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تمہاری اہلیہ نے کاکا صاحب کے یہاں حاضری نہیں دی ہے اسی وجہ سے یہ درد ہے۔ دوا سے صحیح نہیں ہوگا۔ ان سے کہو کہ کاکا صاحب کے یہاں حاضری دیں درد صحیح ہو جائے گا۔ چنانچہ چودھری صاحب نے بذریعہ خط اپنی اہلیہ کو حضرت قبلہ کے حکم سے مطلع کیا۔ خط ملتے ہی فوری طور پر کاکا صاحب کے مزار پر حاضری دی گئی۔ کانوں کا درد اسی روز صحیح ہو گیا۔ چودھری صاحب کی اہلیہ نے فوری واپسی کا ارادہ ترک کر دیا اور ویزہ کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی واپس آئیں۔ یہ واقعہ چودھری صاحب کے بڑے صاحبزادے محمد اقبال صاحب نے راقم سے بیان کیا۔

راقم سے سعادت علی صاحب مرحوم اور نثار احمد صاحب عرف جھبو صاحب مرحوم ساکناں محلّہ خلیل غربی نے الگ الگ نشستوں میں بیان کیا کہ ایک روز مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ سعادت علی خاں ایک مسجد کے قریب تھے انہوں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ مسجد کے پاس سے گزر گئے لیکن نماز کے لئے مسجد نہیں گئے۔ وہ ان دنوں بے روزگار تھے۔ اگلے روز وہ اپنے گھر سے سائیکل لیکر کہیں جانے کو تیار ہوئے تو ان

کے والد نے کہا کہ تم اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہو۔ حضرت قبلہ کے پاس جا کر بیٹھا کرو، وہ دعا کردیں گے تو کوئی ذریعہ روزی کا ہو جائے گا۔ سعادت علی خاں نے اپنے والد کو جواب دیا کہ مسجد میں اذان ہوتی ہے تو نماز کو تو جاتے نہیں ہیں میں ایسے آدمی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ابھی انہوں نے یہ کہا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ انہوں نے جا کر دیکھا تو ان کے پڑوسی نثار احمد خاں عرف جھبو تھے انہوں نے کہا کہ حضرت قبلہ نے کہلوایا ہے کہ اس مسجد میں طوائف کا پیسہ لگا ہے اس لئے میں اس میں نماز نہیں پڑھتا۔ حضرت قبلہ کو بذریعہ کشف سب کچھ روشن ہو گیا تھا۔ سعادت علی خاں نے اپنے اس خیال سے توبہ کی۔

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

برکت علی خاں صاحب نے راقم سے، ان سے ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے اور ان سے حضرت قبلہ نے بیان فرمایا کہ بہت سے اولیاء اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عالم رویا (خواب) میں کی ہے اور بہت نے عالم مراقبہ میں زیارت کی اور بہت سے بزرگوں نے کھلی آنکھوں سے حضور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ الحمد للہ میں بھی ایک روز مسجد طرہ باز خاں میں اپنے حجرے میں بیٹھا تھا کہ اچانک نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور میں نے کھلی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا لیکن میں کچھ عرض نہیں کر سکا۔ حضرت قبلہ سے اس واقعہ کو سن کر منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس طرح آپ صحابی ہوئے اور آپ کو دیکھنے والے تابعی ہوئے اور ان کو دیکھنے والے تبع تابعی ہوئے تو آپ نے تبسم فرمایا لیکن خاموش رہے۔

حضور غوث الاعظم حضرت سیدنا محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری

الحاج حافظ منصور علی صاحب شب زندہ دار بزرگ تھے اور حضرت قبلہ سے بہت قربت تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شب وہ اپنے مکان کے پڑوس کی مسجد میں فصیل پر بیٹھے وضو کررہے تھے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ آسمان پر بہت نورانی روشنی ہوگئی ہے۔ انہوں نے منہ اٹھا کر اوپر دیکھا تو ایک تخت نما خوبصورت چیز آہستہ آہستہ دکھن سے اتر کی طرف جارہی ہے کچھ دیر بعد وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی جس کے ساتھ ہی نورانی روشنی بھی نہیں رہی۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ وہ کوئی خصوصی شب نہیں تھی جیسے شب قدر وغیرہ۔ اگلے روز صبح حافظ صاحب حضرت قبلہ کے پاس مسجد طرہ باز خاں حاضر ہوئے اور رات کا پورا واقعہ حضرت قبلہ سے بیان کیا۔ ان کی بات سن کر حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سواری تھی جو رات میرے پاس تشریف لائے تھے۔

جنات کی حاضری

اکثر بیشتر جنات حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مولوی نور احمد صاحب مرحوم امام وخطیب مسجد جامع کے بیان کردہ واقع میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ایک واقعہ محمد ولی صاحب ساکن بابوزئی نے بیان کیا کہ ایک بار ان کی موجودگی میں ایک صاحب لڈو لے کر تشریف لائے اور حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ اب میں جارہا ہوں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا چلے جاؤ گے، عرض کی ہاں۔ یہ کہکر وہ صاحب مسجد کے اندرونی حصہ میں چلے گئے اور غائب ہوگئے۔ بعد میں حضرت قبلہ نے فرمایا یہ جن تھے، بغداد شریف

سے میرا حصہ لے کر آئے تھے۔ایک اور واقعہ راقم سے محمد معروف خاں صاحب امام مسجد فخر عالم میاں صاحب محلہ بابوزئی نے اور ان سے حاجی فاروق صاحب مرحوم ساکن چوبرجی نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ اشراق سے فارغ ہو کر مسجد کے برامدے میں کچھ پڑھ رہے تھے۔فاروق صاحب جا کر مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔حضرت قبلہ کے مصلے پر ایک بزرگ دوزانوں بیٹھے تھے،وہ اتنے لمبے تھے کہ ان کی ٹوپی برامدے کے ٹین سے لگ رہی تھی۔اچانک وہ غائب ہو گئے۔حضرت قبلہ نے فاروق صاحب کو اپنے پاس بلا کر فرمایا،فاروق ڈرا تو نہیں۔فاروق صاحب نے عرض کیا،حضرت کی موجودگی کی وجہ سے نہیں ڈرا۔حضرت قبلہ نے فرمایا حضرت سعدی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے پاس جو املی کا درخت ہے اس کو کاٹنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ان بزرگ اور ان کے خاندان کا قیام اسی درخت پر ہے۔یہ مجھے بتانے آئے تھے کہ منتظمین نے اگر املی کٹوادی تو ان کا پورا خاندان برباد کر دیا جائے گا۔حضرت قبلہ نے فاروق صاحب سے فرمایا کہ تم دوڑ کر جاؤ اور منتظمین کو منع کر دو کہ درخت نہ کاٹیں۔حاجی فاروق صاحب حکم کی تعمیل میں فوری طور پر وہاں گئے اور حضرت قبلہ کے حکم سے منتظمین کو آگاہ کیا اور پورا واقعہ بھی بتایا۔منتظمین نے حکم کی تعمیل کی اور پیڑ کاٹنے والوں کو واپس کر دیا۔حضرت قبلہ اکثر لوگوں سے فرماتے کہ آؤ تم کو جنات دکھائیں۔پھر حضرت سعدی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف والی املی پر بیٹھے پرندوں کی جانب ہاتھ اٹھا کر فرماتے دیکھو وہ جنات بیٹھے ہوئے ہیں۔اس وقت بلند عمارتیں نہیں تھیں۔مسجد طرہ باز خاں سے وہ املی صاف نظر آیا کرتی تھی۔مسجد طرہ باز خاں اس وقت جنوں والی مسجد کے نام سے مشہور تھی۔جنگل جلیبی کے پیڑ کثرت سے تھے اس کے علاوہ مرسلی،نیب اور کیتھے کے درخت بھی تھے جن کی وجہ سے مسجد میں دن میں اندھیرا رہتا تھا اور لوگ مسجد میں جانے سے ڈرتے تھے۔حضرت قبلہ کے قیام فرمانے کی برکت سے لوگوں کا ڈر دور ہوا۔حضرت قبلہ نے فرمایا تھا کہ میں نے شریر جنات یہاں سے بھگا دئے ہیں۔اب جو ہیں وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے،فرمایا کہ

یہاں کے جنات کے سردار کا نام مصطفےٰ ہے۔ اکثر و بیشتر رات میں آپ کے ڈانٹنے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔

ایک واقعہ چودھری نور محمد صاحب کے ساتھ پیش آیا، ان کے بڑے صاحبزادے محمد اقبال صاحب ساکن رنگین چوپال کا بیان ہے کہ ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں جب کہ ہم لوگ کٹیا ٹولہ میں رہتے تھے۔ والد صاحب یعنی چودھری نور محمد صاحب محلہ تارین بہادر گنج کی نالہ والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار نماز فجر کے کافی دیر کے بعد والد صاحب مکان پر تشریف لائے تو ان کی کیفیت بدلی ہوئی تھی، آواز میں بھی تبدیلی تھی۔ انہوں نے پانی مانگا۔ والدہ اور دادی نے کہا کہ اس حالت میں پانی نہ پئیں۔ حضرت عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے منع فرمایا تھا۔ والد صاحب حضرت قبلہ کی خدمت میں برابر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ بھی کبھی کبھی ہمارے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن اس روز حضرت قبلہ کا نام مبارک سن کر اسی بدلی ہوئی آواز میں بولے، بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا، چلو آج ان سے بھی مل لیں۔ یہ کہکر پیدل چل دئے۔ والدہ اور دادی نے مجھکو اور میرے بھائی محمد اکرم کو ساتھ جانے کی ہدایت کی۔ ہم دونوں بھائی پیچھے پیچھے ساتھ ہو لئے۔ جس وقت ہم لوگ مسجد طرہ باز خاں پہنچے حضرت قبلہ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ ہم دونوں بھائی باہر فصیل کے پاس کھڑے ہو گئے۔ والد صاحب حضرت قبلہ کے پاس گئے۔ والد صاحب پہلے بھی حاضر ہوتے اور دست بوسی کر کے ادب سے سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے۔ اس روز حضرت قبلہ نے کھڑے ہو کر فرمایا، آپ آ گئے مجھے انتظار تھا۔ خلاف عادت والد صاحب نے حضرت قبلہ کی اس روز دست بوسی نہیں کی بلکہ بغل گیر ہو گئے اور حضرت قبلہ کو بازوؤں میں داب کر اٹھا لیا اور مسجد کے صحن میں کئی چکر لگائے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا، ارے بھائی میں بوڑھا آدمی ہوں تھک جاؤں گا۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا عبدالقادر جیلانی ہوں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا نہیں سچ بتائیں کون ہیں؟ مہمان شاہ گابرو ہوں۔ حضرت

قبلہ نے فرمایا کہ اب بھی سچ نہیں بتایا۔ تب کہا کہ اسحاق میاں ہوں۔ اب حضرت قبلہ نے سخت لہجے میں فرمایا کہ سچ سچ بتاؤ کون ہو؟ تب جواب دیا بولن شاہ ہوں۔ حضرت قبلہ مسکرائے اور فرمایا اچھا اگر آپ بولن شاہ ہیں تو اپنا اصلی نام بتادیں ہم مان لیں گے۔ کچھ توقف کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا خیر چھوڑئے، یہ بتائے کہ آپ کے بیوی بچے ہیں۔ جواب دیا کہ ہاں چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا یہ سب تعلیم حاصل کر چکے ہوں گے۔ بتایا کہ بیٹے فقہ اور حدیث کی تعلیم جامع ازہر سے حاصل کر چکے ہیں۔ بیٹیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ عنقریب ان کی تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ حضرت قبلہ نے دریافت کیا کہ وہ ہماری جنس میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا...... حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے لفظ ''یا'' سنکر انہوں نے بہت زور سے قہقہ لگایا اور کہا کہ اس کا مطلب کہ آپ نے پہچان لیا کہ میں جن ہوں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم نے اس غریب مفلوک الحال شخص کو کیوں پریشان کیا کہ اس پر سوار ہو گئے۔ جواب دیا کہ آج یہ مسجد میں فجر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص دل کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اس کے بعد میں اس مصمم عزم کے ساتھ اس پر سوار ہو گیا کہ مرنے کے بعد قبر تک بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ساتھ چھوڑنے کی سفارش قطعی نہیں کروں گا لیکن آپ کو ایک کام کرنا ہوگا یہ بہت غریب اور پریشان حال ہے، بچے چھوٹے ہیں۔ میرے کہنے سے آپ اس کی بیوی کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دیدیں تاکہ وہ حسب ضرورت ان کو بیچ کر گھر کے اخراجات اور بچوں کی تعلیم کے مصارف پورے کرتی رہے۔ جب ایک تھیلی ختم ہو جائے تو دوسری اور تیسری یہاں تک کہ اشرفیوں کی تھیلی کا انتظام اس وقت تک کرتے رہیں جب تک اس کا سب سے چھوٹا بیٹا بھی برسر روزگار نہ ہو جائے۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ رہیں جہاں چاہیں گھومیں پھریں.... اتنا فرما کر حضرت قبلہ نے کچھ توقف کیا پھر انتہائی سخت لہجے میں فرمایا میرا نام عبدالقادر ہے اور یہ میرا حکم ہے کہ ابھی اور اسی وقت اس سے اور اس کے خاندان سے دور ہو جاؤ

اور اس کا ساتھ چھوڑ دو، محمد اقبال صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد ان کے والد صاحب کھڑے ہو گئے۔ اس جن نے حضرت قبلہ سے کہا کہ اچھا سنبھالئے اپنے گھوڑے کو میں چلا۔ فوراً والد صاحب فرش پر گر گئے اور بیہوش ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے مجھے اور میرے بھائی کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا مٹی کے پیالے میں پانی لاؤ۔ میں نے فوراً پانی لا کر پیش کیا۔ حضرت قبلہ نے کافی دیر کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا پھر چودھری صاحب کا کرتا اٹھا کر پیٹ اور سینہ کھولا اور پڑھا ہوا پانی سینے سے ناف تک ملا، کچھ پانی چہرے پر چھڑکا، پھر کچھ پڑھ کر سر سے ناف تک دم کرتے رہے۔ کافی دیر کے بعد چودھری صاحب کو ہوش آیا۔ ہوش آنے کے بعد چودھری صاحب دو زانو بیٹھ گئے اور حضرت قبلہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضرت میں یہاں کیسے آ گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا تمہاری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ تمہارے دونوں بیٹے تم کو یہاں لیکر آئے تھے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ نے کچھ روپئے چودھری صاحب کی جیب میں رکھ دئے اور فرمایا گھر جا کر آج آرام کرنا کام پر نہ جانا۔

سود کا مسئلہ

راقم سے حبیب حسن خاں صاحب مرحوم ساکن بابوزئی نے بیان کیا کہ ایک بار آندھی میں ان کے گھر کا چھپر اُڑ گیا۔ انہوں نے حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ حضرت قبلہ نے پچاس روپیہ ان کو دئے اور فرمایا کہ یہ رقم میں تمہارے منجھلے صاحبزادے کو دے رہا ہوں۔ جب مکان بنانا تو اس کو لگا لینا۔ حبیب حسن خاں صاحب نے عرض کیا کہ اس رقم میں کام نہیں ہو سکے گا۔ میرے پاس کچھ ہے نہیں۔ یہ روپیہ گھر میں خرچ ہو جائے گا۔ آپ اپنے پاس رکھ لیجئے۔ جب مکان تعمیر ہو گا تب لے لوں گا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس کو ڈاکخانے میں جمع کر دو۔ پھر حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کو ان کے ساتھ بھیج کر منڈی والے ڈاکخانہ میں وہ روپیہ جمع کروا دیا۔ بعد میں حبیب حسن خاں صاحب نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت اس میں تو سود بھی شامل ہو جائے گا

'جو حرام ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس کا مسئلہ اس طرح ہے، اگر مسلمان کی حکومت ہو تو وہ پیسہ سود کا لینا ناجائز ہے لیکن غیر مسلم حکومت میں جائز ہے لیکن اس طرح کرے کہ جو رقم سود کی ہو اس کو کسی غیر مسلم سے بدل لے اور پھر اس کے چار حصہ کرے۔ ایک حصہ غرباء و مساکین کو دیدے باقی تین حصہ اپنے صرفے میں لا سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مسئلہ مولوی ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ رام پوری کا بتایا ہوا ہے جو حضرت قبلہ کے دادا پیر تھے۔

صحیح العقیدہ سنی کی پہچان

حبیب حسن خاں مرحوم ساکن بابوزئی نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی پہچان کیا ہے۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ فی زمانہ کسی کے سامنے علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہو اور وہ ان کے ذکر پر خوش دلی کا مظاہرہ کرے ایسا شخص صحیح العقیدہ سنی ہوگا۔

ایک واقعہ حضرت مشتاق القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یادداشت میں تحریر فرمایا ہے نیز یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ واقعہ میرا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے خود شنیدہ ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ "ایک بار حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پیلی بھیت شریف کے مشہور بزرگ حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اس فتویٰ کفر پر شک فرمایا جو اعلیٰ حضرت نے اہانت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والوں کے خلاف دیا تھا۔ اس شک کی بنا پر شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولائت ضبط ہو گئی لیکن آپ کو اس کی وجہ کا احساس نہ ہوا۔ آپ عرصہ گریہ وزاری میں مبتلا رہے اور دنیا سے ترک تعلق کر کے قطعی حجرہ نشین ہو گئے۔ صرف ایک ضعیفہ خادمہ کو اجازت تھی، وہ حضرت کو ضروریات زندگی فراہم کرتی تھیں۔ ایک روز حضرت مولانا امام احمد رضا خاں صاحب

رحمتہ اللہ علیہ بریلی شریف سے پیلی بھیت شریف شاہ جی میاں صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، دردولت پر حاضر ہوئے تو ضعیفہ خادمہ نے کہا کہ وہ آج کل کسی سے ملتے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اتنا جا کر کہہ دو کہ بریلی سے احمد رضا (خان صاحب) ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہے اگر اجازت دیں تو مجھے بلا لے جاناورنہ میں واپس چلا جاؤں گا۔ آپ کے اصرار پر ضعیفہ نے (اندر جا کر) دست بستہ عرض کیا کہ بریلی سے کوئی احمد رضا خاں صاحب تشریف لائے ہیں، باریابی کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ اعلی حضرت کا نام سن کر فوراً کھڑے ہو گئے اور باریابی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اعلحضرت نے آپ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا آپ کو بھی بتلانے کی ضرورت ہوگی، آپ مجددِ دین ہیں، میرے لئے دعا کریں۔ آپ اسی وقت اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور دعا فرمائی۔ دعا درِ اجابت تک پہنچ کر مقبول بارگاہِ ربی ہوئی اور شاہ جی میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قلب میں پھر وہ نور معرفت جلوہ گر ہوا جس سے وہ محروم ہو گئے تھے۔ اعلحضرت نے فرمایا کہ آپ نے دشمنان محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میرے فتویٰ کفر پر یہ شک فرمایا کہ کوئی بھی کلمہ گو کافر کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی کی باداش میں یہ عتاب نازل ہوا تھا۔ تب حضرت کو احساس ہوا۔"

ہندوستان دارالامن

حضرت مشتاق القادری صاحب نے اپنی یادداشت میں تحریر کیا ہے کہ "انہوں نے سنا تھا کہ کسی اخبار میں ایک فتویٰ شائع ہوا ہے جس میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے۔ یہاں کفار سے سود لینا جائز اور نماز جمعہ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر دیا جسے سن کر آپ پُر جلال ہو گئے اور بڑی گرجدار آواز میں فرمایا کہ یہ فتویٰ تو دیدیا مگر یہ نہیں بتایا کہ دارالحرب کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ حکم یہ ہے

کہ اگر طاقت ہوتو جہاد کرو ورنہ دارالحرب سے ہجرت کر جاؤ۔ آپ نے ہندوستان کو دارالامن فرمایا۔ اسی ضمن میں اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں جواب میرے ذہن میں محفوظ نہیں ہیں۔"

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں میں شرکت

حضرت قبلہ میلاد کی محفلوں میں کثرت سے شرکت فرماتے تھے۔ خود بھی مسجد طرہ باز خاں میں اکثر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ نعت مبارکہ بہت ذوق شوق سے اور استغراق کے ساتھ سنا کرتے تھے۔ محفل کے اختتام پر کھڑے ہوکر بہت بلند آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ کے میلاد خواں حضرات بھی مخصوص تھے۔ شروع میں حکیم اسداللہ صاحب سے سنتے تھے بعد میں کسی وجہ سے ان سے میلاد شریف سننا بند کری اور سید فضل احمد صاحب کے بھانجے سید حبیب احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں سے پڑھواتے تھے۔ ماسٹر حبیب صاحب کو بھی یہ سعادت حاصل رہی۔ آخر میں محلہ رنگین چوپال کے رحمت اللہ صاحب حضرت قبلہ کے پسندیدہ میلاد خوانوں کی فہرست میں شامل ہو گئے تھے۔ میلاد خواں مشتاق صاحب اور رفیق صاحب بھی اس فہرست میں شامل تھے۔ بریلی کے میلاد خواں حضرت سید رونق علی شاہ کثرت سے حضرت قبلہ کے پاس حاضری دیتے تھے اور نعت پاک سنایا کرتے تھے۔ برکت علی خاں صاحب نے اپنے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت سید رونق علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ انہیں حضرت قبلہ سے جو فیض حاصل ہوا وہ اپنے پیر سے بھی حاصل نہیں ہو سکا۔ رحمت اللہ صاحب کو بھی حضرت قبلہ سے انتہائی محبت تھی۔ وصال کے بعد بھی مسجد طرہ باز خاں میں اور حضرت قبلہ کے مزار مبارک پر کثرت سے حاضری دیا کرتے اور نعت پاک پیش کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت قبلہ کا فیض تھا کہ ۱۹۶۰ء میں عازم حج ہوئے اور مکہ شریف میں انتقال ہوا۔

حضرت قبلہ کے وصال کے بعد میلاد خوانی کی ایک جماعت محلہ محمد زئی کے بچوں نے قائم کی تھی جس میں حافظ ریاض احمد صاحب کے صاحبزادے نظیر احمد، حافظ مختار خاں صاحب کے صاحبزادے محمد اقتدار خاں، حاجی اشفاق خاں صاحب کے صاحبزادے اقتدار حسن خاں، منشی اظہر خاں صاحب کے صاحبزادے ارشد خاں اور راقم الحروف وغیرہ شامل تھے۔ یہ جماعت مسجد اور حضرت قبلہ کے مزار مبارک پر نعت خوانی کیا کرتی تھی۔ جماعت کے سبھی افراد بفضلہٖ تعالیٰ ابھی حیات ہیں۔ زندگی کی ضرورتوں نے انہیں منتشر کر دیا ہے۔

چند نعت مبارکہ جو حضرت قبلہ کو بہت زیادہ پسند تھیں اور جن کو آپ بار بار پڑھوا کر سنا کرتے تھے آئندہ صفحات میں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد کے کنویں میں زم زم کا سوت

جناب حبیب حسن خاں اور حافظ اسمٰعیل صاحب کے بیانات کے مطابق حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولیٰ تعالیٰ نے میرے لئے میری مسجد (طرہ باز خاں محلہ محمد زئی) کے کنویں میں زم زم شریف کا سوت جاری فرما دیا ہے۔ حضرت قبلہ کہیں تشریف لے جاتے تو اسی کنویں کا پانی منگوا کر پیتے۔ اس ذیل میں اقبال حسین صاحب ساکن بجلی پورہ کا بیان ہے کہ محلہ مہند جلال نگر کی ساکنہ مسماۃ حیدری حضرت بشیر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مرید تھیں اور اپنے پیر کا عرس کروایا کرتی تھی۔ ایک بار حضرت قبلہ عرس کی تقریب میں شرکت کے لئے مسماۃ حیدری کے یہاں تشریف لے گئے وہاں حضرت قبلہ نے مجھے حکم دیا کہ ایک نیا گھڑا خریدو اور مسجد طرہ باز خاں محمد زئی کے کنویں کا پانی بھر کر لاؤ۔ حکم کی تعمیل میں میں نے نیا گھڑا خریدا اور حضرت کی مسجد سے پانی بھر کر لایا۔ وہ پانی حضرت قبلہ نے نوش فرمایا۔ حضرت قبلہ اکثر آنے والوں کو اصرار کر کے اپنے کنویں کا پانی پلوایا کرتے تھے اور اس کی بہت تعریف فرماتے تھے۔

شفائے امراض

حضرت قبلہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مریضوں کو شفا عطا فرمائی ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی فیض یاب ہوئے ہیں۔اس سلسلے میں چند واقعات پیش ہیں ۔ایک واقعہ چودھری نور محمد صاحب کے صاحبزادے محمد اقبال صاحب ساکن رنگین چوپال نے بیان کیا کہ ۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء میں جب ان کی عمر تقریباً ۸ سال تھی وہ قرآن پاک پڑھنے کے لئے ایک صاحب کے یہاں جاتے تھے۔ کسی شریر بچے نے بڑے پرند گدھ یا چیل کے پر کی ڈنڈی ان کے کان میں زور سے داخل کر دی جس سے ان کے کان سے خون بہنے لگا اور وہ بیہوش ہو گئے۔ کچھ دن کے بعد ہی کان سے مواد بہنے لگا جس میں بہت تعافن تھا۔ مواد اس قدر بہتا تھا کہ ان کی والدہ نے کندھے پر ایک گدی باندھ دی تھی تا کہ مواد اس میں جذب ہوتا رہے۔ مواد بہتے بہتے کان کی قوت سماعت ختم ہو گی ۔دو ڈھائی سال شہر اور بیرون شہر کے ماہر ڈاکٹروں کا علاج ہوا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر ایک روز ان کے والد چودھری صاحب ان کو لیکر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،سارا حال بتا کر دعا کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ نے پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اپنے دست مبارک سے پانی کان پر چھڑکا۔ پھر چودھری صاحب سے فرمایا کہ کان کٹ کر گر پڑے لیکن اس کا کوئی علاج نہ کروانا۔ کوئی دوا نہ دینا۔ چودھری صاحب نے حضرت قبلہ کے حکم کی تعمیل کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے شِفا نصیب فرمائی۔ کان پوری طرح صحیح ہو گیا۔ سماعت بھی بحال ہو گئی۔ اقبال صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ۷۰ سال ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد کان میں آج تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور سماعت بھی اب تک برقرار ہے۔ دوسرا واقعہ ڈاکٹر صفت اللہ خاں عرف ڈاکٹر ایوب خاں صاحب ساکن محلہ خلیل شرقی نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور بیسن کی روٹی بنوا کر چٹنی کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور پانی حافظ کرامت خاں

صاحب کی مسجد کے کنوئیں کا منگوا کر نوش فرماتے تھے۔ایک روز ان کی بکری کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلنے لگا۔بکری نے کھانا اور جگالی کرنا چھوڑ دیا۔گھر والے اس کی فکر کر رہے تھے کہ اسی درمیان حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کے یہاں تشریف لے آئے۔ان سے بکری کا حال عرض کیا گیا۔حضرت قبلہ نے روٹی کا ٹکڑا منگوا کر اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا کہ یہ بکری کو کھلا دو۔لہٰذا وہ روٹی کا ٹکڑا بکری کو کھلایا گیا۔روٹی کا ٹکڑا کھانے کے بعد بکری کے تھنوں سے خون آنا بند ہو گیا۔وہ جگالی بھی کرنے لگی اور دودھ بھی دینے لگی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کے توسل سے بکری کو شفا عطا فرمادی اور وہ پوری طرح صحت مند ہوگئی۔

تیسرا واقعہ جیلر احسان علی صاحب ساکن چوبرجی کی صاحبزادی نے راقم سے بیان کیا کہ ان کی بھانجی سخت علیل تھی،سب مایوس ہو گئے تھے۔روئی دودھ میں بھگو کر منہ میں دودھ ڈالا جاتا تھا جو بہت مشکل سے تیر ہوتا تھا۔جیلر صاحب جمعہ کے روز اپنے پھاٹک کے باہر کھڑے تھے کہ اتنے میں حضرت قبلہ کا گزر ہوا۔حضرت قبلہ جیلر صاحب سے واقف تھے۔انہوں نے جیلر صاحب سے ان کی خیریت دریافت کی۔جیلر صاحب نے عرض کیا کہ کہاں خیریت ہے،نواسی سخت علیل ہے،ہم سب بہت پریشان ہیں۔حضرت قبلہ جیلر صاحب کے ساتھ کوٹھی میں تشریف لائے۔بچی کے پلنگ کے سرہانے مونڈھے پر بیٹھے اور کچھ پڑھکر بچی پر دم کیا اور فوراً تشریف لے گئے۔آپ کے جاتے ہی بچی اٹھ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی ہمیں بھوک لگ رہی ہے کچھ کھانے کو دو۔

کاغذ کا ادب

حضرت قبلہ کاغذ کا بہت ادب کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا ادب کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔زمین پر کاغذ پڑا ہوتا تو اسے اٹھا کر کسی ایسی جگہ پر رکھ دیتے جہاں اس کی بے ادبی نہ ہو۔حضرت قبلہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ’’پیشاب

اور خون اور پیپ اور شراب اشد حرام یہ سب برابر ہے، اشد ناپاک یہ سب برابر ہے۔ کاغذ کا ادب واجب ہے ان سب کو کاغذ پر رکھنا بہت بڑی بے ادبی ہے ،گناہ عظیم ہے۔ ایسا نقش لکھنا بالکل ناجائز ہے۔''

حضرت قبلہ کا یہ فرمان ان لوگوں کے لئے بھی لمحۂ فکر یہ ہے جو خون سے تعویذ لکھنے کے لئے اپنے مریض سے مخصوص رنگ کا مرغ منگوایا کرتے ہیں۔

امانت کا خرچ کرنا کبیرہ گناہ

حضرت قبلہ نے امانت کے تعلق سے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ

''معاذ اللہ یتیم کی امانت خرچ کرنے والے سے مولیٰ کا غضب وقہر کا سامنا ہوتا ہے۔ کسی قسم کی امانت کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی طرح بھی۔ چاہے خرچ کر کے بعد میں بدلہ دیدو تب بھی جائز نہیں ہے۔ بدلہ دے کر بھی خرچ کرنا گناہ ہے۔ بڑا گناہ ہے چھوٹا گناہ نہیں ہے۔''

ریٹھے اور سرس کے فوائد

راقم سے حبیب حسن خاں مرحوم نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ریٹھے کے کالے بیج میں یہ اثر رکھا ہے کہ جو شخص اسے اپنے پاس رکھے گا اس کو سانپ نہیں کاٹے گا نیز بچوں اور پالتو جانوروں جیسے گائے، بھینس، بکری وغیرہ کے گلے میں ڈالنے سے نظر بد سے محفوظ رہیں گے اور فرمایا سرس کی لکڑی یا پتی مکان میں رکھنے سے جادو کا اثر نہیں ہوگا۔ اگر کسی کو جادو کا اثر ہو جائے تو سرس کی پتی پانی میں جوش دے کر پلانے اور غسل کرانے سے انشاء اللہ جادو کا اثر بالکل ختم ہو جائے گا۔ گلے میں سرس کی لکڑی ڈالنے سے بھی جادو کا اثر نہیں ہوگا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ سرس کی لکڑی کی ڈوئی بنوا کر ہانڈی میں چلائی جائے اور دوسری لکڑی پانی میں ڈال کر

چلا کر اس پانی سے کھانا بنایا جائے اور اسی پانی کو پیا جائے تو ہر طرح کے جادو اور سحر سے محفوظ رہے گا۔ حضرت قبلہ خود بھی ریٹھے کا استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ریٹھے کی ایک تسبیح بنوائی تھی جسے آپ پڑھا کرتے تھے۔ وہ تسبیح آپ کے تبرکات میں محفوظ ہے۔ حضرت قبلہ سرس کا استعمال خود بھی فرماتے تھے۔ آپ کے زمانے کے سرس کے پتے آپ کے تبرکات میں آج بھی محفوظ ہیں۔

تعزیہ داری

حضرت قبلہ عبد القادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مروجہ تعزیہ داری کے شدید مخالف تھے۔ ایک روز محلّہ کے کچھ لڑکے تعزیہ لیکر نعرے لگاتے ہوئے مسجد تک آ گئے۔ حضرت قبلہ کو جلال آ گیا۔ آپ نے لڑکوں کو بہت ڈانٹا۔ وہ تعزیہ لیکر بھاگ گئے۔ راقم سے مذکورہ واقعہ حافظ اسمٰعیل صاحب ساکن سسورہ شہامت نے بیان کیا تھا۔ اس کے برعکس ایک واقعہ تعزیہ اور تعزیہ دار کی تعریف کا حافظ اسمٰعیل صاحب ہی نے راقم سے بیان کیا اور یہی واقعہ حافظ اسمٰعیل صاحب اور حبیب حسن خاں صاحب نے مولانا معروف صاحب امام مسجد فخر عالم میاں محلّہ بابوزئی سے بیان کیا۔ معروف صاحب نے بھی یہ واقعہ راقم سے مذکورہ حضرات کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت قبلہ حافظ اسمٰعیل صاحب، حبیب حسن خاں صاحب اور چند دیگر حضرات کے ساتھ مہمان شاہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے قبرستان کی مسجد کے پورب میں ایک بوسیدہ سے مزار مبارک پر ایصال ثواب کیا۔ پھر فرمایا یہ مزار مبارک حضرت مداری شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ پھر صاحب مزار کی تعریف میں فرمایا کہ آپ کو امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ اپنی حلال کمائی سے بانس اور بکرا خریدا کرتے تھے۔ ۱۰/ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بکرا ذبح کرتے تھے اور اس کے پٹھے نکالتے تھے پھر بانس اور پٹھے دریا پر لیجا کر خوب اچھی طرح دھوتے تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر بانس کی تیلیاں اور پٹھوں کی تانی اپنے دست مبارک سے بناتے

تھے پھر اس سے تعزیہ تیار کرتے تھے اور اسے ۱۰ رمحرم الحرام کو بہت اہتمام کے ساتھ رکھتے تھے۔ ۱۰ رمحرم الحرام کی رات میں امام عالی مقام اوران کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پرسوار ہوکران کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ امامین قبلتین چھوٹے مشکیزے اپنے کندھوں پر لٹکائے ہوتے تھے۔ دونوں بھائی اپنی مشکیزوں سے ایک ایک گلاس شربت مداری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پلایا کرتے تھے۔ یہ عمل ہر سال ہوتا تھا۔ ایک بار کچھ لڑکوں نے مداری شاہ صاحب سے امامین قبلتین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مداری شاہ صاحب نے ان سے فرمایا اچھا تم لوگ اندر لیٹ جاؤ۔ جب وہ تشریف لائیں گے میں عرض کردوں گا۔ اجازت ملی تو زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ لڑکے اندر لیٹ گئے۔ جب رات کافی گزر گئی تو دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑں پرسوار ہوکر تشریف لائے اور مداری شاہ صاحب کو شربت پلایا۔ مداری شاہ صاحب نے لڑکوں کی خواہش عرض کی۔ ارشاد فرمایا جاؤ جو جاگ رہا ہو اسے بلا لاؤ۔ مداری شاہ صاحب نے جاکر دیکھا دو یا تین لڑکے جاگ رہے تھے باقی سو چکے تھے۔ جاگنے والوں کو ساتھ لیکر مداری شاہ صاحب امامین قبلتین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو زیارت سے مشرف ہوئے۔

فاتحہ کے لئے چندہ

حبیب حسن خاں صاحب مرحوم محلہ بابوزئی نے بیان کیا کہ ایک بار کسی کی فاتحہ کے لئے چندہ کرنے کا ذکر ہورہا تھا جس پر حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ چندہ گندہ ہوتا ہے۔ اگر کچھ میسر نہ ہو تو پاک پانی پر فاتحہ کرنا چندہ کر کے فاتحہ کرنے سے افضل ہے۔ اسی لئے حضرت قبلہ کے عرس کے لئے کوئی چندہ نہیں کیا جاتا ہے۔ جو حضرات خود کی تحریک پر اپنی مرضی سے کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کی عقیدت کا احترام کیا جاتا ہے۔ حضرت قبلہ کا مذکورہ ارشاد مبارک صرف فاتحہ کے تعلق سے ہے۔ مدرسہ سولتیہ مکہ معظمہ شریف اور مدرسۃ التہذیب مدینہ منورہ شریف کو حضرت قبلہ خود رقم بھیجا کرتے تھے۔

حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال

جو دنیا میں آیا ہے اسے یہاں سے رخصت بھی ہونا ہے۔وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ البتہ کچھ نفوس ایسے ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہوتا ہے۔وہ واپسی کے تصور سے سکون و راحت محسوس کرتے ہیں۔علامہ اقبالؔ نے ایسے حضرات کے لئے فرمایا ہے۔

زحمتِ تنگیٔ دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعت بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی فضل و کرم تھا۔اب وہ وقت قریب آ گیا تھا جس کو عوام کے تعلق سے موت اور اولیاء اللہ کے تعلق سے وصال کہا جاتا ہے۔۱۹۵۸ء میں برسات کا آخری مہینہ تھا۔کتنے ہی روز سے مسلسل موسلا دھار بارش شب و روز ہو رہی تھی۔کاروبار مزدوری سب کچھ متاثر ہو گیا تھا۔شروع اکتوبر میں شہر سے نکلنے والی دونوں ندیوں گرا اور کھنوت میں زبردست سیلاب آ گیا،ندیوں کے پانی کی سطح خطرے کے نشان سے اوپر پہنچ گئی،ندیوں کا پانی شہر میں داخل ہونے لگا اور برسات کے پانی کا نکاس رک گیا۔نشیب کے محلوں کے گھروں میں پانی داخل ہو گیا۔مکان گرنے لگے سامان برباد ہونے لگا۔مخلوق بہت پریشان ہوئی۔ایک روز ہندو مسلمان مرد،عورت، بچے بوڑھے جمع ہو کر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے تاکہ بارش رک جائے اور سیلاب گھٹ جائے۔ہمارے مکان گر رہے ہیں،رہنے کو جگہ نہیں ہے،کام دھندا بند ہے،کھانے کی پریشانی ہے۔تمام لوگ رو رو کر پریشان حال دعا کی درخواست کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ کو اپنے بندۂ خاص کی عظمت کو اور رفعت عطا کرنا منظور تھا۔مخلوق کے حال پریشاں پر حضرت قبلہ کو رحم آیا اور آپ نے مسجد طرہ باز خاں کے

صحن میں آکر آسمان کی جانب دیکھا اور فرمایا "بادل چھٹ جا دریا گھٹ جا" ایک روایت میں ہے کہ حضرت قبلہ نے مذکورہ الفاظ انتہائی جلال کی کیفیت میں تین بار اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے۔ حضرت قبلہ کے مذکورہ الفاظ نے مرحم کا کام کیا۔ آئے ہوئے لوگ پرسکون ہو گئے اور جب وہ لوگ واپس اپنے گھروں کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے گھروں سے پانی گھٹنا شروع ہو چکا تھا۔ بارش بھی رک گئی تھی۔ اگلے روز بادل منتشر ہوئے اور آہستہ آہستہ بادل بالکل صاف ہو گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جو کام مجھ سے لینے کا نہیں تھا وہ لے لیا گیا۔

اسی اثناء میں ایک روز حضرت قبلہ نے مچھلی تناول فرمائی اس کے بعد سے حضرت قبلہ بیمار ہو گئے۔ بخار، پیٹ میں شدید درد اور اینٹھن کی شکایت بظاہر تھی۔ سخت تکلیف تھی۔ بے چینی بہت زیادہ تھی۔ برابر دکروٹ بدلتے رہتے تھے۔ ہاتھ پیٹ پر رہتا۔ کبھی فرماتے اٹھا کر بٹھالو۔ جو دن گزرتا گیا بیماری شدت اختیار کرتی گئی۔ یونانی علاج ہوتا رہا۔ جس کو بھی حضرت قبلہ کی بیماری کی خبر لگتی دوڑا چلا آتا

ایک بات بطور خاص تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت قبلہ مولوی نور احمد صاحب امام وخطیب جامع مسجد سے کسی بات پر سخت ناراض تھے۔ ناراضگی کا عالم یہ تھا کہ سلام کلام تک بند تھا۔ ذکر سے بھی جلال آجایا کرتا تھا۔ مولوی صاحب کو حضرت قبلہ کی علالت کا علم ہوا تو فوری طور پر مسجد تشریف لائے، ادب سے بیٹھے اور موقع دیکھ کر اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ حضرت قبلہ نے ان کو معاف فرمایا۔ اس روز سے مولوی صاحب شب و روز خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت قبلہ کی علالت کا سلسلہ چلتا رہا، عیادت اور خدمت کا سلسلہ بھی اسی شدت کے ساتھ جاری رہا کہ اسی درمیان ایک حکیم صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت قبلہ کی نبض دیکھی، حال و کیفیت دریافت کئے اور نسخہ تحریر کیا۔ جس میں حب بکائن بھی تھی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہمارا حکیم آجائے تو ہم اس سے پوچھ لیں۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا حکیم کون ہے، فرمایا مظہر خاں ٹال والے۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ مظہر خاں صاحب

وہاں پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ نے مظہر خاں سے دریافت کیا کہ نسخہ میں حکیم صاحب نے جو دوا تجویز کی ہے وہ کیا ہے۔ مظہر خاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حب بکائن ہے، آپ نے برسات کے موسم میں مچھلی کھائی تھی اس کی وجہ سے آنتوں میں غلاظت ہوگئی ہے، یہ دوا صاف کردے گی۔ حضرت قبلہ نے حکیم صاحب سے فرمایا دیکھو ہمارا حکیم کیا کہتا ہے۔ حضرت قبلہ کو وہ دوا کھلائی گئی جس کے اثر سے دست جاری ہوگئے۔ بار بار صفائی کر کے تہبند بدلوایا جاتا تھا۔ انتہائی عقیدت و محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر خادمین نے خوب خوب خدمت انجام دی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمت کو قبول فرمائے، اجر عظیم عطا فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

۲۴ راکتوبر ۱۹۵۸ء کو جمعہ تھا۔ مسجد طرہ باز خاں میں جمعہ کی نماز حضرت قبلہ نے قائم کی تھی اور خود ہی امامت فرماتے تھے۔ اس روز شدید علالت کے سبب حضرت قبلہ نے امامت نہیں فرمائی۔ آپ نے مولوی نور احمد صاحب کو حکم دیا کہ آج تم یہاں نماز جمعہ کی امامت کرو گے۔ جامع مسجد کے لئے کوئی دوسرا انتظام کردو۔ لہٰذا حضرت قبلہ کے حکم کی تعمیل میں مولوی نور احمد صاحب نے اس روز مسجد طرہ باز خاں میں جمعہ کی نماز کی امامت فرمائی۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت قبلہ کی جانب سے اس امر کا واضع اعلان ہے کہ مولوی نور احمد صاحب کی غلطی کو معاف کردیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ کے تمام خادمین شب و روز مسجد میں موجود رہا کرتے تھے۔ سوائے حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کے کہ وہ سرکاری ڈیوٹی پر ضلع اناؤ میں تھے۔ راقم کے والد محترم محمد شفیع خاں صاحب نے بذریعہ خط ان کو حضرت قبلہ کی علالت کی خبر روانہ کردی تھی۔ وہ خط ان کو ۲۶ راکتوبر ۱۹۵۸ء کو ملا تھا۔ انہوں نے رخصت لی اور اسی روز عشاء کی نماز کے بعد شاہجہاں پور تشریف لے آئے۔ اس رات بے چینی شدت اختیار کر گئی تھی۔ انوار اللہ شاہ صاحب، قدرت اللہ شاہ صاحب، اصغر شاہ صاحب، راقم کے والد محمد شفیع خاں صاحب، حبیب حسن خاں صاحب، مظہر حسن خاں صاحب، جمیل احمد خاں صاحب، مولوی نور احمد صاحب، حافظ منصور علی صاحب، حافظ لئیق احمد

صاحب، چودھری نور محمد صاحب، ماسٹر ظہور خاں صاحب اور نہ جانے کتنے عقیدت مند حضرات اس شب مسجد میں حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر رہے۔حالات و کیفیات یہ اعلان کر رہے تھے کہ اب حضرت قبلہ کے وصال کا وقت قریب آچکا ہے۔اس صورت حال نے تمام خادمین کو بے حال کر دیا تھا اور حضرت قبلہ کی فرقت کا تصور کر کے بہت افسردہ تھے۔بعض کی حالت بہت غیر ہوگئی تھی۔لیکن کچھ بھی ہو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۱۲ / ربیع الثانی ۸ ۱۳۷ھ مطابق ۲۷ / اکتوبر ۱۹۵۸ء بروز پیر بوقت ۴ بجکر ۲۹ منٹ پر معرفت کی اس شمع کو اٹھا لیا گیا حضرت قبلہ کا وصال ہوگیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

آہ کیسا منظر تھا، مسجد میں کہرام مچ گیا۔حضرت قبلہ کے وصال کی خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔بلا تفریق مذہب و ملت بچے بوڑھے جوان مرد و عورت جس کو بھی خبر ہوتی بے اختیار حضرت قبلہ کے آخری دیدار کے لئے مسجد کو دوڑا چلا آتا۔شہر کے بہت سے اداروں میں چھٹی کر دی گئی، آرڈیننس کلودنگ فیکٹری میں بھی انٹرویل کے بعد چھٹی کر دی گئی تاکہ لوگ حضرت قبلہ کے جنازے میں شرکت کر سکیں۔مسجد میں ہر طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند تھیں۔سب بے حال تھے۔سب سے زیادہ حضرت اصغر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حالت غیر تھی۔راقم کی آنکھوں کے سامنے آج بھی مسجد کا وہ منظر گردش کر رہا ہے۔اصغر شاہ صاحب مسجد کے احاطہ میں پچھاڑیں کھا کر گر پڑتے تھے اور زبان سے آقا آقا کی صدا لگا رہے تھے۔کبھی کبھی باآواز بلند جوش میں فرماتے ''کلکٹر بلکہ کلکٹر سے بھی بڑھ کے'' اور پھر اپنا سر کبھی نیب کے پیڑ سے کبھی مسجد کی فصیل سے کبھی طرہ باز خاں صاحب کے مزار کی چہار دیواری سے مارتے تھے۔حضرت قبلہ کے حجرۂ مبارک میں لوگ داخل ہونے لگے۔یہ صورتِ حال

حضرت قبلہ کے تبرکات کے تحفظ کے تعلق سے خادمین کو صحیح نہیں معلوم ہوئی۔حضرت قبلہ کے چابیاں سرخ رنگ کی موٹی رسی سے بندھی رہتی تھیں جسے آپ اپنی کمر سے باندھ لیا کرتے تھے۔راقم کے والد محترم محمد شفیع خاں صاحب نے حجرۂ مبارک میں تالا ڈال دیا اور چابیاں اپنے گلے میں ڈال لیں۔جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو والد محترم تالا کھولتے،ضرورت پوری ہو جانے پر دوبارہ تالا ڈال دیتے۔

دوپہر سے قبل حضرت قبلہ کو حجرے کے سامنے صحن میں غسل دیا گیا۔ چادریں تھام کر آڑ کی گئی۔غسل کرانے والوں میں حضرت انوار اللہ شاہ صاحب، حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب،راقم کے والد محترم محمد شفیع خاں صاحب،مظہر خاں صاحب،حبیب حسن خاں صاحب،مولوی نور احمد صاحب،مفتی مجتبیٰ حسین صاحب خصوصی طور پر شامل تھے۔دیگر خادمین معاونت کرتے رہے۔غسل کی جگہ پر فرش پختہ تھا۔غسل کا پانی پنالے سے نکل کر احاطہ مسجد کی زمین پر گر رہا تھا۔اس پانی کو حاصل کرنے کے لئے لوگ ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے۔لوگوں میں غسل کا پانی حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔اس میں بچے،بوڑھے،جوان،مرد و عورت سب ہی شامل تھے۔جب یہ صورت حال مولوی نور احمد صاحب اور مفتی مجتبیٰ حسین صاحب نے دیکھی تو دونوں حضرات نے مسجد کی اتری فصیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں لوگوں کو پانی لینے سے منع کیا اور کہا کہ ایسا پانی نجس ہوتا ہے۔جذبات سے پُر لوگوں کے ہجوم میں جس جرأت مندی کا ثبوت ان دونوں حضرات نے دیا یہ انہی کا حصہ تھا۔راقم ان کی اس جرأت مندی کو سلام پیش کرتا ہے۔

غسل سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ کو کفن شریف دیا گیا۔حضرت قبلہ نے اپنے کفن شریف کا انتظام پہلے سے فرما دیا تھا اور اسے ایک غلاف میں رکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔اس غلاف پر کاغذ چسپاں کر کے اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل عبارت سرخ روشنائی سے تحریر فرما دی تھی۔

"احمدہ واصلی واسلّم علیٰ سید العالمین معشوق اللہ

اس جامہ سلا ہوا کے اندر پورا کفن شریف ہے اس کو کعبہ شریف میں آب زم زم شریف سے خوب تر کیا گیا ہے فلہٰذا یہ کفن شریف تبرک بن گیا ہے۔ **الحمد للّٰہ حمداً کثیراً کثیرا۔**

غسل وکفن سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ کا مبارک جنازہ مسجد کے جنوبی در کے سامنے صحن مسجد میں زیارت کے لئے رکھ دیا گیا۔ بچے، بوڑھے، جوان، مرد و عورت بلا تفریق مذہب وملت قطار میں ایک جانب سے آتے اور چہرۂ مبارک کی زیارت کر کے قطار میں ہی واپس چلے جاتے۔ حضرت قبلہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ میں شاہجہاں پور رکنے کے لئے نہیں آیا تھا لیکن یہاں آ کر مجھے حضرت مہمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جانے نہیں دیا۔ مجھے ان کی محبت میں یہاں رکنا پڑا۔ اسی محبت کے زیر اثر حضرت قبلہ نے مہمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے مغرب جانب پہلے سے ہی اپنے دفن ہونے کی جگہ تجویز فرما دی تھی اور یہی نہیں بلکہ خود اپنی نگرانی میں اپنے لئے قبر بھی کھدوا دی تھی۔ جسے ریت بھر کر بند کر دیا گیا تھا۔ وصال سے ایک ہفتہ قبل حضرت قبلہ نے حاجی نثار علی خاں صاحب مرحوم ولد نظام علی خاں ساکن بابوزئی کو بلوا کر وصیت فرمائی، تم پکی اینٹوں کا کڑا میری قبر میں لگانا۔

بھیڑ کا لحاظ رکھکر حضرت قبلہ کے جنازے کی چارپائی میں بانس باندھے گئے تھے۔ حمید الظفر خاں علی گڈھ کا بیان ہے کہ اس وقت ان کی عمر تقریباً دس سال تھی وہ اور دوسرے بچے حضرت قبلہ کے جنازے میں چلنے کی ضد کرنے لگے۔ بھیڑ سے بچوں کو محفوظ رکھنے کے لئے سارے بچوں کو حضرت قبلہ کے جنازے کے نیچے کر دیا گیا تھا۔ ظہر کی نماز کے فوراً بعد جنازہ مسجد طرہ باز خاں سے روانہ ہوا۔ گلاب اور عرق گلاب کی بارش شروع ہوگئی۔ تجویز یہ تھی کہ چترا سنیما سے چوک ہوتے ہوئے جنازہ کو مہمان شاہ لے جایا جائے۔ چوک کے دوکانداراپنی اپنی دوکانیں بند کر کے ہار پھول ہاتھوں میں لیکر سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوئے جنازے کا انتظار کر رہے تھے۔ جب جنازہ چترا سنیما کے قریب پہنچا تب اکابرین وعمائدین شہر نے چوک سے

جنازہ لے جانے کو منع کیا۔ ابھی اس پر غور ہی ہو رہا تھا کہ بھیڑ کے دباؤ کو دیکھتے ہوئے جنازے کا رخ پنجاب بینک کے پاس سے کچہ کٹرہ کی جانب کر دیا گیا اور گرا پھاٹک سے ہوتا ہوا مہمان شاہ میں بڑی سڑک پر جنازہ لے جایا گیا جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت انوار اللہ شاہ صاحب نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ کیونکہ حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا اثر آپ کے اعصاب پر تھا، فرقت کے اثرات غالب تھے اس لئے نماز جنازہ میں کچھ غلطی ہوگئی۔ ہر طرف سے نماز جنازہ دوبارہ پڑھانے کی آوازیں آنے لگیں۔ لہٰذا مولوی نور احمد صاحب مرحوم امام وخطیب جامع مسجد کی امامت میں نماز جنازہ دوبارہ پڑھی گئی۔ پھر جنازہ قبرستان لے جایا گیا اور حضرت قبلہ کو وصیت کے مطابق حضرت قبلہ مہمان شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے برابر میں دفن کیا گیا۔ وصیت کے مطابق کچی اینٹوں کا کڑا حاجی نثار علی خاں مرحوم نے باندھا۔ نماز جنازہ کا پہلی بار غلط ہو جانا اور دوسری بار مولوی نور احمد صاحب کی امامت میں نماز جنازہ کا ہونا محض اتفاق نہیں تھا۔ اس میں حضرت قبلہ کا تصرف کارفرما تھا۔ مولوی نور احمد صاحب سے حضرت قبلہ کی ناراضگی کا علم پورے شہر کو تھا اور معافی چند حضرات کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ حضرت قبلہ نے حیات ظاہری میں مسجد طرہ باز خاں میں اپنے مصلے پر نماز جمعہ کی امامت کروا کر نماز جمعہ کے نمازیوں کو یہ بتا دیا کہ مولوی نور احمد صاحب کی غلطی معاف کی جا چکی ہے۔ وصال کے بعد نماز جنازہ میں پورا شہر ہی نہیں بلکہ قرب وجوار کے لوگ بھی بہت بڑی تعداد میں موجود تھے تو حضرت قبلہ نے اپنے تصرف سے پہلی نماز جنازہ کو غلط کروا کر اور دوبارہ مولوی نور احمد صاحب کی امامت میں نماز جنازہ پڑھوا کر اعلان عام کر دیا کہ مولوی نور احمد صاحب کی غلطی معاف کی جا چکی ہے۔ صرف برکت علی خاں صاحب کا یہ بیان ہے کہ پہلی نماز جنازہ مولوی نور احمد صاحب نے پڑھائی جو غلط ہوگئی دوسری بار نماز جنازہ حضرت انوار اللہ شاہ نے پڑھائی۔ حافظ منصور علی صاحب، حبیب حسن صاحب، راقم کے والد محمد شفیع خاں صاحب اور دیگر متعدد حضرات کا بیان یہی ہے

جو راقم پیش کر چکا ہے۔ راقم کو یہ بھی بتایا گیا کہ جس وقت حضرت قبلہ کی مبارک روح قفس عنصری سے پرواز کری آپ کا سر مبارک مولوی نور احمد صاحب کی گود میں تھا۔

تدفین کے فوراً بعد ایصال ثواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کثیر تعداد مین لوگ مسجد اور مزار مبارک پر حاضر رہتے۔ قرآن خوانی۔ نعت خوانی اور منقبت خوانی دونوں مقامات پر برابر ہوتی رہی۔ عقیدت مند جلوس کی شکل میں میلاد خوانی کرتے ہوئے سروں پر چادریں رکھکر مزار مبارک پر حاضری دیتے اور چادر پیش کرتے۔ سوئم میں کثیر تعداد میں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ مسجد اور مزار مبارک دونوں جگہ ایصال ثواب کیا گیا اور نعت و منقبت پیش کی گئیں۔ چالیسویں میں دوپہر بعد سے دیر رات تک ایصال ثواب کی محفل سجی رہی۔ بہت سے علماء، فقہا اور مشائخ کرام نے شرکت فرمائی، تقاریر اور میلاد خوانی کا طویل سلسلہ رہا۔ بہت سے حضرات نے حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں منقبت پیش کیں۔ چالیسویں کی محفل کے اختتام پر حضرت قبلہ کی سجادہ نشینی کے مسئلہ پر غور وخوص ہوا اور اتفاق رائے سے حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کو حضرت قبلہ کا سجادہ نشین منتخب کیا گیا لیکن منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے معذوری ظاہر کی اور خود حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کا نام سجادہ نشینی کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ انوار اللہ شاہ صاحب سجادہ نشین منتخب ہوئے اور حضرت قبلہ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔

چالیسویں کے بعد سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کے مزار مبارک کو پختہ کروایا، چبوترہ کی تعمیر کروائی اور قد آدم دیواریں تعمیر کرائیں اور دروازہ لگوا کر محفوظ کر دیا۔ بعد میں حافظ منصور علی صاحب نے چبوترے پر تعمیر دیواروں کو اونچا کروا کر لنٹر ڈلوا دیا۔ اب منتظمہ کمیٹی حضرت مہمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے احاطہ کی توسیع کرائی ہے۔ دیوارات کو آگے بڑھایا ہے اور پرانے لنٹر سے جوڑ کر لنٹر کی توسیع بھی کرائی ہے جس سے زائرین کے لئے بیٹھنے کی جگہ کا اضافہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔

واقعات بعد وصال

شاعر نسیم شاہجہاں پوری صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت قبلہ کا وصال ہوا تو وہ شہر کے ایک مدرسہ میں ملازم تھے۔ وصال کی اطلاع ملنے پر انہوں نے مدرسہ کے منتظمین سے آدھے دن کی رخصت چاہی کہ حضرت قبلہ کے جنازے میں شرکت کرلیں۔ منتظمین نے رخصت دینے سے انکار کر دیا۔ کافی تکرار کے بعد ایک یوم کی تنخواہ کاٹنے کی شرط پر اجازت ملی۔ بحث و تکرار سے مدرسہ کے منتظمین ناراض ہو گئے قصہ مختصر یہ کہ نسیم صاحب کو مدرسہ کی ملازمت چھوڑنا پڑی۔ نسیم صاحب حضرت قبلہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی وجہ سے ملازمت ختم ہوئی اب انتظام بھی آپ ہی کو کرنا ہے۔ کچھ روز نہیں گزرے کہ نسیم صاحب آرڈیننس کلودنگ فیکٹری میں آئی۔ جی۔ ایس۔ ڈپارٹمنٹ میں ملازم ہو گئے۔

نور ضیاء الدین صاحب ساکن محلّہ سنزئی نے راقم سے اور ان سے ان کی خوشدامن اہلیہ کرنل سید ظہیر علی صاحب نے بیان کیا کہ ان کے سب سے چھوٹے دیور (ڈپٹی سید عابد علی صاحب مرحوم کے صاحبزادے) سید نصیر علی حضرت قبلہ کے وصال کے بعد سخت بیمار ہوئے۔ جاڑے کے ایام تھے۔ ایک روز ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اسی روز رات میں وہ کمرے میں لیٹے تھے، کمرے کے کواڑ بند تھے۔ اچانک ان کی سانس اکھڑ گئی اور بیہوشی طاری ہو گئی۔ کرنل صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ تم شاہ صاحب (حضرت قبلہ) کو یاد کرو۔ نصیر علی میاں نے کہا کہ شاہ صاحب باہر سامنے ٹہل رہے ہیں اور ہم کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ کرنل صاحب کی اہلیہ نے سمجھا کہ وہ بیہوشی میں بڑبڑا رہے ہیں، کچھ دیر کے بعد ان کی سانس میں سکون آنا شروع ہو گیا اور صبح تک ان کی طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اگلے روز جب ڈاکٹر نے دیکھا تو تعجب ظاہر کیا کہ ایسا مریض ٹھیک کیسے ہو گیا۔

محمد سہیل خاں صاحب ساکن چوبرجی جو پہلے محلّہ محمد زئی میں رہتے تھے نے

بیان کیا کہ وہ ۱۹۹۴ء میں سخت بیمار تھے۔ان کے ماموں برہم پور اڑیسہ میں رہتے تھے جنہوں نے ان سے کہا کہ تم برہم پور آجاؤ، یہاں ایک بزرگ سید اسحاق احمد ہاشمی صاحب مدظلہ العالی ہیں ان سے دعا کروائیں گے چنانچہ سہیل خاں برہم پور پہنچے، اگلے روز ان کے ماموں ان کو لیکر ہاشمی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ یہ میرے بھانجے ہیں، شاہجہاں پور سے آئے ہیں۔شاہجہاں پور کا نام سن کر ہاشمی صاحب نے فرمایا کہ وہاں حضرت عبدالقادر شاہ صاحب نامی بزرگ ہیں ان سے واقف ہو، سہیل خاں نے عرض کیا کہ جانتا ہوں۔جس مسجد میں ان کا قیام تھا اسی کے پڑوس میں رہتا ہوں۔مزار شریف کچھ فاصلے پر ہے۔اس کے بعد ۱۹۹۶ء میں سہیل خاں کی ملاقات ہاشمی صاحب سے بنگلور میں ہوئی تب انہوں نے فرمایا کہ تم جمعہ کی نماز کے بعد حضرت عبدالقادر شاہ صاحب کے مزار شریف پر حاضری دیا کرو۔سہیل خاں صاحب نے دل میں سوچا کہ یہ حضرت عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہی مزار پر حاضری کے لئے کیوں کہہ رہے ہیں، وہاں تو اور بھی بزرگ ہیں لیکن خاموش رہے۔کچھ توقف کے بعد ہاشمی صاحب نے فرمایا کہ ان کے یہاں عنایت بہت ہے جبکہ اس وقت تک ہاشمی صاحب کبھی شاہجہاں پور تشریف نہیں لائے تھے۔وہ پہلی بار ۲۰۰۷ء میں یہاں تشریف لائے اور حضرت قبلہ کے مزار مبارک پر اور مسجد طرہ باز خاں میں حضرت قبلہ کے حجرۂ مبارک پر حاضری دی۔ہاشمی صاحب اصلاً حیدر آباد کے رہنے والے ہیں اور حضرت عبدالقدیر صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔

حضرت مولوی حکیم فرزند علی صاحب رازؔ بسوانی (ضلع سیتاپور) عبدالقیوم خاں صاحب مرحوم محمد زئی کے مکان پر تشریف لاتے تھے ایک روز حکیم صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ جب وہ پہلی بار یہاں آئے تو اگلے روز صبح کو حضرت قبلہ کے سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی امانت رکھی ہے، حضرت قبلہ کا حکم ہے چل کر لے لیجئے۔چنانچہ حکیم صاحب، عبدالقیوم خاں صاحب مرحوم اور بیٹھے ہوئے کچھ حضرات کو ساتھ لے کر سجادہ نشین صاحب کے

ساتھ مسجد طرہ باز خاں میں تشریف لے گئے۔حجرہ کھولا گیا،حجرے میں (دوسرے سامان کے علاوہ) ایک چٹائی اور قلم دوات رکھے تھے۔چھتری کا ایک ڈھانچہ لٹکا تھا۔ ایک جانب گٹھری رکھی تھی، گٹھری مجھے دی گئی۔اس میں دو کرتے سبز رنگ کے دو تہبند ،دو پگڑی اور ایک ٹوپی کتھئی رنگ کی اور ایک رومال تھا۔حکیم صاحب حضرت قبلہ کے وصال کے ۱۸ سال بعد ۱۹۷۶ء میں پہلی بار شاہجہاں پور تشریف لائے تھے۔

حافظ محمد یعقوب صاحب شاہجہاں پور کے رہنے والے ہیں اور اس وقت مسجد خلیل اللہ، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی میں امام وخطیب ہیں۔بچپن میں ہی والد کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے۔ان کی والدہ ان کو لیکر حضرت قبلہ کی خدمت میں آیا کرتی تھیں۔حضرت قبلہ یتیم ہونے کی وجہ سے خصوصی توجہ فرماتے ،اپنے پاس بٹھاتے اور اپنے دست مبارک سے کھانا کھلاتے ۔ایک ڈبہ سے تازہ جلیبی نکال کر کھلاتے پھر نمک چکھاتے ،شروع بھی نمک سے کرتے۔ساتھ میں بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے کی تلقین فرماتے۔حضرت قبلہ کے وصال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸ سال کی تھی۔ایک رکشہ سے لاؤڈ اسپیکر پر حضرت قبلہ کے وصال کا اعلان ہو رہا تھا، وہ اپنے گھر کے سامنے کھیل رہے تھے۔اعلان سنا اور پھر کھیلنے لگے۔یہ تمہید ہے اس واقعہ کی جسے یہاں پیش کرنا مقصود ہے۔اور جسے حافظ صاحب نے تحریری طور پر ارسال کیا واقعہ انہیں کے الفاظ میں پیش ہے۔حافظ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ کے وصال کے تقریباً ایک سال بعد مجھے بخار آیا، میں سخت بخار میں مبتلا صاحب فراش تھا، میں لیٹا ہوا جاگ رہا تھا، دن کا وقت تھا۔اچانک میں نے دیکھا کہ دروازے سے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔میری دو بھابیاں آپس میں زور زور سے بول رہی تھیں ۔میں نے والدہ سے کہا انہیں خاموش کرو شاہ صاحب آرہے ہیں۔والدہ خوف زدہ ہو گئیں کہ شاید بخار بڑھ گیا اور سرسام ہو گیا۔وہ رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا شاہ صاحب تو ایک سال ہوا پردہ کر گئے۔اتنے میں حضرت ہمارے سرہانے پہنچ گئے ۔میں نے سلام کیا اور مصافحہ کیا، دست بوسی کی ۔پھر وہ ہمارے

سرہانے بیٹھ گئے، میں دیدار کرتا رہا۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ ادھر والدہ رو رہی تھیں۔ پھر والدہ نے پوچھا بیٹا شاہ صاحب کہاں ہیں۔ میں نے کہا یہ برابر میں بیٹھے ہیں۔ والدہ بولیں تو پھر کچھ قرآن شریف سناؤ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے سورۂ بقرہ کا آخری رکوع بلند آواز سے سنایا۔ اس وقت حفظ شروع ہو چکا تھا اور غالباً تین پارے یا اس سے کچھ زیادہ حفظ کر چکا تھا۔ رکوع سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی یا پھر روحانی عمل شروع ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ چار کھمبوں سے آگے ایک ٹیلہ ہے اس پر سے شاہ صاحب آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ نیچے اتر کر ریلوے لائن پار کر لی، داہنے ہاتھ پر ایک چھوٹی سی مسجد آئی اس کے سامنے قبرستان تھا اس میں سے نکل کر ایک جگہ ٹھہر گئے۔ اب سامنے ایک لال مزار تھا ۔آپ نے فرمایا یہاں آنا ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد باہوش اپنے بستر پر موجود تھا۔ میں نے والدہ سے کہا کہ شاہ صاحب مزار پر بلا گئے ہیں، ابھی چلو، انہوں نے کہا کہ ہم نے مزار نہیں دیکھا کل جمعرات ہے قلعہ پر ایک عزیز رہتے ہیں ان کے یہاں چلیں گے وہیں راستہ معلوم کر لیں گے۔ میں نے کہا کہ راستہ تو ہمیں معلوم ہے شاہ صاحب نے ابھی ہمیں دیکھایا ہے۔ لیکن والدہ نے سمجھا بجھا کر اگلے دن پر بات طے کر دی۔ طبیعت بدستور خراب رہی، کمزوری بے حد ہو گئی تھی۔ بغیر سہارے کے چلنا مشکل تھا۔ اگلے روز رکشہ سے والدہ لے کر چلیں۔ جب رکشہ چار کھمبوں سے آگے پہنچا تو وہ ٹیلہ اور سامنے کا منظر نظر آیا جو مجھے شاہ صاحب نے ایک روز پہلے دکھایا تھا۔ میں نے والدہ کو اشارے سے بتایا لیکن والدہ ان عزیز کے گھر پہلے لے کر گئیں اور وہاں سے پھر آبادی کے راستہ سے مزار شریف پر پہنچا۔ راستہ کی ساری نشانیاں بھی والدہ کو بتلاتا گیا۔ مزار شریف پر پہنچ کر میں پائتی سے سرہانے کی طرف چلا گیا اور قبلہ رخ مہمان شاہ کی مزار کی دیوار کا سہارا لیکر (حضرت کی) مزار شریف سے لگ کر بیٹھ گیا۔ سامنے دیکھا کہ میلاد شریف ہو رہی تھی اور شاہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں دنیا سے بے خبر آپ کے دیدار میں مشغول رہا۔ میلاد ختم ہوتے ہی سارا منظر ختم ہو گیا۔ اب

شاہ صاحب نظر نہیں آئے۔ سب لوگ چلے گئے۔ والدہ نے کہا اچھا اب اجازت لے لو چلو بچہ تھا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس سے اجازت لوں۔ شاہ صاحب تو نظر نہیں آرہے تھے۔ پھر میں نے خود ہی کہا چلو، اجازت ہوگئی۔ میں اٹھا اور نقاہت کی وجہ سے دیوار اور مزار کے سہارے چلا۔ جیسے ہی ایک قدم اٹھا کر آگے بڑھا اور دوسرا قدم اٹھایا تو کسی نے دونوں پیر پکڑ کر گھسیٹ لیا اور میں دیوار و مزار کے بیچ سرین کے بل گر پڑا اور بیٹھ گیا۔ چوٹ بالکل نہیں لگی۔ بلکہ گرتے ہی دل دھڑ دھڑایا اور ایک گولہ میرے منھ سے باہر نکل گیا۔ میں آج بھی اس کیفیت کو نہیں بھول سکا۔ اس کے بعد مجھ میں ایسی توانائی آئی کہ میں فوراً کھڑا ہو گیا اور والدہ سے کہا چلو اب میں ٹھیک ہوں۔ اور واقعتاً میں ایسا ٹھیک اور فٹ تھا کہ بلا کسی سہارے کے دوڑتا ہوا ان عزیز کے گھر پر پہنچا۔ بھوک لگ رہی تھی دال سے خوب مزے سے روٹی کھائی۔ بخار و خار سب رفو چکر ہو گیا۔ حافظ صاحب نے آخر میں تحریر کیا ہے کہ یہ واقعہ جہاں حضرت شاہ صاحب کی خصوصی محبت و توجہ کا پتہ دیتا ہے اور ایک یتیم، بے سہارا کی مدد کا جلی عنوان ہے وہیں اولیائے کرام کی بعد وصال بے مثال قوتوں اور بلا تکلف کہیں بھی آجانے اور بلا روک ٹوک مدد کرنے کی واضح دلیل و بین ثبوت ہے۔

حضرت قبلہ کے تبرکات

مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی کے جس حجرۂ مبارکہ میں حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ قیام فرماتے تھے وہاں آپ کے بہت سے تبرکات محفوظ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تخت	دو		
ٹین کا صندوق	ایک	نعمت خانہ	ایک
لالٹین	ایک	ٹن کی برنی	ایک
پٹلی	ایک	لاٹھی	ایک

رول	ایک	کھڑاؤں	دو جوڑ
کھربی	ایک	رضائی	ایک
گدے	دو	تکیہ	پانچ
صدری	ایک	کرتے	دو
عمامہ	تین	ٹوپی	دو
مفلر	ایک	چائے کے کپ	دو
پیالہ	ایک	پلیٹ مٹی چینی	چار
پلیٹ تامچینی	چار	مگ تامچینی	دو
چمچے	پانچ	لوٹا مٹی	ایک
قلم	دوات	رسی	کوزہ

ہر سال ۱۳؍ربیع الاول کو حضرت قبلہ کے عرس کے مبارک موقع پر ان تبرکات کی حاضرین کو زیارت کرائی جاتی ہے۔عرس کے علاوہ بھی اگر کوئی صاحب تبرکات کی زیارت کرنا چاہیں تو جمعہ کی نماز مسجد طرہ باز خاں صاحب میں ادا فرمالیں جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر زیارت کرائی جاسکتی ہے۔

مذکورہ تبرکات کے علاوہ حضرت قبلہ کے کچھ تبرکات چار بکس، ایک پلنگ اور دو چھڑیاں جیلر شیخ احسان علی صاحب مرحوم کی کوٹھی واقع محلہ چوبرجی نزد چوکی بیری میں ہیں۔جیلر صاحب کی صاحبزادی کے مطابق ان بکسوں میں کپڑے اور کچھ دوسری چیزیں ہیں۔اس کے علاوہ اور بہت سے خوش نصیب حضرات ہیں جن کو حضرت قبلہ نے اپنے استعمال کی چیزیں تبرکاً عطا فرمائیں تھیں۔ان حضرات کی اکثریت انتقال فرماچکی ہے۔یہاں ایک واقعہ پیش ہے۔حافظ لئیق احمد صاحب ساکن محمد زئی کو حضرت قبلہ نے اپنا عمامہ، کرتا اور ٹوپی عنایت فرمائی تھی۔جب حافظ لئیق احمد صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان کے صاحبزادے خلیق احمد صاحب مذکورہ تبرکات لے کر راقم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تبرکات ہیں۔والد صاحب کے انتقال کے بعد اب میں ان کے ادب کا حق ادا نہیں کر پاؤں گا۔ان کو حضرت قبلہ کے حجرے میں محفوظ کر لو۔چنانچہ وہ تبرکات حجرہ مبارکہ میں محفوظ کر لئے گئے۔اللہ تعالیٰ اس فکر کے لئے خلیق احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت قبلہ کی بیاض (ڈائری)

حضرت قبلہ عبد القادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجرب اوراد و وظائف اور نقش و تعویذات اپنے دست مبارک سے اپنی بیاض میں تحریر فرمائے ہیں۔اس کے علاوہ اس بیاض میں اردو اور فارسی زبان میں کچھ اشعار نعت مبارکہ،تصوف و معرفت کے بھی تحریر ہیں۔حضرت قبلہ کے وصال کے بعد یہ بیاض حضرت قبلہ کے سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کی تحویل میں رہی۔حضرت انوار اللہ شاہ صاحب نے یہ بیاض اپنے مرید کاظم حسن خاں صاحب مرحوم کو عنایت فرمادی۔کاظم حسن خاں صاحب نے ایک بار اس بیاض کی زیارت راقم کو کرائی تھی بعد میں انہوں نے اس بیاض کی نقل حضرت قبلہ مشتاق القادری سجادہ نشین درگاہ عالیہ شمشیریہ،تلہر شاہجہاں پور خوشنویس سے کرائی تھی۔اب جبکہ راقم کو اس تذکرے میں بیاض کا حوالہ دینے کے لئے بیاض کو دوبارہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی تو کاظم حسن خاں صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ان کے صاحبزادگان آفتاب حسن خاں سلمہٗ اور مصطفیٰ حسن خاں سلمہٗ سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن دونوں نے ایک دوسرے پر بات کو ٹال دیا اور خود معذوری ظاہر کی۔بعد میں بیاض کی نقل حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے جناب برکت علی خاں پیر پوری کے پاس ہونے کا علم ہوا جو اس وقت بسلسلۂ ملازمت رام پور میں سکونت پذیر ہیں۔لہٰذا راقم نے رام پور جا کر برکت علی خاں صاحب سے ملاقات کی اور بیاض کی فوٹو کاپی کرانے کی درخواست کی جسے انہوں نے یہ کہکر قبول نہیں کیا کہ جس کے لئے حضرت قبلہ کا حکم ہوگا اسی کو یہ بیاض دی جا سکتی ہے۔ایسا ہی کچھ نظریہ

کاظم حسن خاں صاحب کے صاحبزادگان کا بھی محسوس ہوا۔البتہ برکت علی خاں صاحب نے یہ کرم فرمائی کی کہ راقم کو اس بیاض کی جو فوٹو کاپی اور حضرت مشتاق القادری صاحب کے دست مبارک سے جو قلمی نقل ان کے پاس تھی اس کی زیارت کرائی۔قلمی نقل میں حضرت مشتاق القادری صاحب نے اپنی رائے بعنوان پیش لفظ تحریر کی ہے۔بیاض میں حضرت قبلہ کا ایک فرمان بھی تحریر ہے۔راقم برکت علی خاں صاحب کا بیحد مشکور ہے کہ انہوں نے مذکورہ پیش لفظ اور فرمانِ مبارک نقل کرنے کی اجازت راقم کو مرحمت فرمائی جن کو من وعن پیش کیا جارہا ہے۔

نقل ''پیش لفظ'' از حضرت مشتاق القادری صاحب

جناب مستاب، ہادی اولوالالباب، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، عارف باللہ، غریق دریائے فنافی اللہ حضرت سید سجاد اللہ المعروف حضرت عبدالقادر صاحب قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔آپ اپنے وقت کے عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں۔آپ جیسا متبع شریعت، پابند سنت، متقی و پرہیزگار اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے نہیں گزرا۔آپ کی ذات بابرکات سرچشمۂ فیض و برکات تھی جس سے لاتعداد تشنہ کامان معرفت نے سیرابی حاصل کی۔آپ کا مزار اقدس آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔آپ کے مرقد اطہر سے ویسا ہی فیض آج بھی جاری وساری ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں جاری تھا۔مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو عقدہ کشائی کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔آپ دکھے دلوں، پریشاں حالوں کی فریاد سنتے ہیں اور دادرسی فرماتے ہیں۔کوئی بھی سائل آپ کے دربار ابد قرار سے محروم نہیں جاتا۔خوش عقیدگی سے جو بھی آیا اپنا دامنِ مراد بھر لے گیا۔

آپ نے اپنی بیاض قلمی میں خود اپنے قلم سے مجرب اور مخصوص اوراد و وظائف، اعمال ونقشیات رقم فرمائے ہیں۔یہ بیاض حضرت نے جناب انوار اللہ شاہ صاحب کو عنایت فرمائی تھی۔انوار اللہ شاہ صاحب نے بیاض ہٰذا حاجی کاظم حسن خاں

صاحب محلہ محمد زئی، شاہجہاں پور کو عنایت فرمائی۔اس کو نقل کرنے کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی۔اس کے لئے میں کاظم حسن خاں کا مشکور وممنون ہوں جنہوں نے یہ خدمت احقر کے سپرد کی۔اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے احقر کو مستفیض فرمائے۔حضرت والا احقر سے بھی بے انتہا شفقت فرماتے تھے۔

اس بیاض کو دوبارہ برکت علی خاں سلمہٗ پیر پوری کی فرمائش پر نقل کیا ہے۔

دستخط

حضرت مشتاق القادری صاحب

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شمشیریہ۔تلہر، شاہجہاں پور۔

ماہ دسمبر ۱۹۹۳ء مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ

نقل فرمان مبارک حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میرے انتقال کے بعد جو شخص میری قبر کی زیارت کثرت سے کرے گا اور ثواب رسانی ہر طرح سے میری روح کو کریگا اس کو خواب میں میری روح سے اجازت نصیب ہوگی۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے اور مولیٰ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے انشاء اللہ المستعان علیہ التکلان اس طرح سے جتنی شے میری بیاضوں میں ہے سب کی اجازت نصیب فرمائے گا۔مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وآلہٖ واصحابہٖ کے طفیل سے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ آدمی صالح ہو، سچا پکا سنی ہو۔علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز، علامہ عبدالقادر صاحب شیخ عثمانی بدایونی، علامہ سید ابوالحسن صاحب مارہروی، علامہ ارشاد حسین صاحب، شیخ فاروق اعظمی (رام پوری) علامہ عبدالحق صاحب شیخ فاروق اعظمی خیرآبادی، علامہ محمد فاروق صاحب اعظم گڑھی، علامہ عبدالحمید صاحب بنارسی، مولانا شاہ ابوالخیر صاحب شیخ فاروق اعظمی، علامہ عبدالحق صاحب شیخ صمدانی اکبرآبادی ثم مکی شیخ الدلائل قدس اللہ ارواحھم کے سنی عقائد رکھتا ہو۔وہابی اسمٰعیلی، وہابی

دیوبندی نہ ہو، رافضی تقیہ کی طرح تقیہ دار بھی نہ ہو۔

حضرت قبلہ کے مذکورہ فرمان مبارک پر عمل پیرا ہونے کا یہ تقاضہ ہے کہ مذکورہ بیاض میں تحریر اوراد و وظائف، نقوش و تعویذات سے عوام کو روشناس کرایا جائے تا کہ شرائط پوری کرنے والے ضرورتمندوں کو اجازت نصیب ہو اور وہ استفادہ کر سکیں۔

حضرت قبلہ کی ایک تاکید

پیلی بھیت کے مشہور بزرگ حضرت عبدالبصیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب شاہجہاں پور تشریف لاتے تھے تو محلہ محمد زئی میں عبداللطیف صاحب مرحوم کے مکان پر قیام فرمایا کرتے تھے۔ وہ اللہ ھو کی ضربیں کثرت سے لگاتے تھے۔ ان کا یہ عمل راہ چلتے بھی جاری رہتا تھا اس وجہ سے وہ عرف عام میں اللہ ھو میاں کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ کوئی ان کا اصل نام نہیں لیتا تھا بلکہ اللہ ھو میاں ہی کہتا تھا۔ حبیب حسن خاں صاحب مرحوم نے راقم سے بیان کیا کہ ایک روز کسی نے حضرت قبلہ کے سامنے ان کو اللہ ھو میاں کہہ دیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا ان کو اللہ ھو والے میاں کہا کرو، اللہ ھو میاں کہنا جائز نہیں ہے۔

خلفاء و خادمین خاص

مرشدین اور خلفاء کے تذکرے کے بغیر کسی ولی کامل کا تذکرہ نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ حضرت قبلہ کے مرشدین کے بارے میں حاصل شدہ معلومات پیش کی جا چکی ہیں۔ جہاں تک خلفاء کا سوال ہے ایک بات عام طور پر کہی جاتی رہی ہے کہ حضرت قبلہ نے کسی کو مرید نہیں کیا ہے۔ راقم عوام کی اس رائے کی تائید نہیں کرتا، صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت قبلہ نے راقم کے سامنے نہ تو کسی کو مرید کیا اور نہ ہی راقم سے اب تک کسی نے یہ بیان کیا کہ حضرت قبلہ نے کبھی اپنی زبان مبارک سے یہ

فرمایا ہو کہ انہوں نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ حضرت قبلہ کے خادمین کی طویل فہرست ہے
لیکن ان میں بظاہر تقریباً چھ حضرات مخصوص تھے جن میں حضرت قبلہ کا روحانی فیض
نمایاں طور پر جاری و ساری تھا۔ ان حضرات میں حضرت انوار اللہ شاہ صاحب،
حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب، حضرت اصغر شاہ صاحب، حضرت رعائت علی شاہ
صاحب، حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب اور حضرت مقیم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہم
شامل ہیں۔ راقم ان برگزیدہ حضرات نیز دیگر خادمین خاص کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت انوار اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام انوار علی خاں تھا۔ آپ موضع گڈھیا رنگین ضلع شاہجہاں پور
کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام حیدر علی خاں تھا۔ آپ کا عقد نصیر علی خاں صاحب
مرحوم ساکن محلہ محمد زئی شاہجہاں پور کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ شادی کے بعد آپ
سسرال میں ہی مقیم ہو گئے۔ آپ کی کاشت مذکورہ موضع میں تھی۔ آپ محکمہ آبپاشی
(نہر) میں ملازم تھے اور آپ کی تعیناتی زیادہ تر ضلع اناؤ میں رہی۔ آپ کے ایک
صاحبزادے ابرار علی خاں تھے جو آپ کی حیات میں ہی غیر شادی شدہ فوت ہو گئے
تھے۔ آپ باکمال بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ سے آپ کا قلبی و روحانی تعلق بام عروج پر
تھا۔ یہ حضرت قبلہ کا فیض تھا کہ آپ کا قلب جاری تھا اور غیر ارادی طور پر حَقُ اللہ کی
ضرب لگاتے تھے۔ یہ کیفیت اکثر دوران نماز بھی ہو جایا کرتی تھی۔۔ آپ سے جب
کوئی بات کرتا تو آپ پہلا جواب یہی دیتے کہ "مولیٰ جانے" انکساری کا یہ عالم تھا
کہ اناؤ سے حضرت قبلہ کو جو خط تحریر کرتے اس میں اپنے لئے احمق، نالائق، غلیظ، پلید،
بدترین خلائق جیسے الفاظ کا استعمال کرتے۔ ایک مرید خاص کی طرح حضرت قبلہ کا
ادب کرتے۔ حضرت قبلہ کے کپڑوں اور دیگر سامان کو دھوپ دکھانے کے لئے
حضرت قبلہ کی اجازت سے چھٹی لے کر شاہجہاں پور تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت

قبلہ کے وصال کے بعد آپ ان کے سجادہ نشین ہوئے۔تب آپ نے ملازمت سے سبکدوشی اختیار کرلی اور پنشن پر گزر بسر کرنے لگے۔حضرت قبلہ کی وصیت کے مطابق آپ۔نے حضرت قبلہ کی کتابیں مولوی لیاقت حسین صاحب تلہری اور حکیم عزیز الرحمن صاحب ساکن باڑوزئی کو پہنچادیں۔حاجی کاظم حسن خاں صاحب ساکن محمدزئی آپ کے مرید خاص تھے۔آپ نے اپنا مکان اپنے مرید خاص کو وصیت کیا۔آپ کا وصال ۱۲؍جون ۱۹۷۵ء کو ہوا۔آپ کا مزار مبارک محلہ مہمان شاہ کے قبرستان میں حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے مغرب جانب آپ کے صاحبزادے کی قبر کے برابر واقع ہے۔آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب ان کا انتقال ہوجائے تو وصال کا اعلان شہر میں کرایا جائے۔آپ نے اعلان کے الفاظ بھی وصیت فرمائے تھے جو اس طرح ہیں ''حضرت محمد سجادہ اللہ شاہ صاحب عرف مولانا حضرت عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و سجادہ نشین (حضرت) انوار اللہ (شاہ صاحب) کا انتقال (وصال) ہوگیا ہے،نماز جنازہ وتدفین فلاں وقت ہوگی۔'' وصیت کے الفاظ سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت انوار اللہ شاہ صاحب حضرت قبلہ سے بیعت تھے۔آپ ایک عرصہ تک شب و روز مسجد طرہ باز خاں میں حضرت قبلہ کے حجرۂ مبارک میں رہتے رہے۔جب کمزور ہوگئے تو دن میں مسجد میں قیام فرماتے اور رات مکان میں گزارنے لگے۔بالکل آخر میں جب کمزوری حد سے تجاوز کرگئی تو شب و روز گھر پر ہی قیام فرمانے لگے۔آپ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ کا کوئی سجادہ نشین نہیں ہوا۔وصال سے چند یوم قبل آپ نے حجرے کی چابی راقم کو بھجوادی۔اس وقت سے راقم بحیثیت کسٹوڈین ''خادم سجادہ'' ہے۔حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کے بیان کے مطابق آپ ایک باکمال بزرگ تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولائت میں اعلیٰ منصب و مقام عطا فرمایا تھا۔آپ نے تقریباً ۱۸ سال حضرت قبلہ کی خدمت کی اور اکتساب فیض کیا۔حضرت منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے ایک روز اپنے گھر موضع پیر پور ضلع ہردوئی میں یہ سوچا کہ اپنے گھر والوں کو حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کا مرید کروادیا

جائے، ابھی وہ اس پر عمل نہیں کر پائے تھے کہ حضرت انوار اللہ شاہ نے کسی کے ذریعہ
ان کو کہوایا کہ اپنا کوڑا کباڑا اپنے پاس رکھیں یہ کام وہ خود بھی کر سکتے ہیں۔ اناؤ کی تعیناتی
کے دوران آپ ہر سال حضرت قبلہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب
رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ راقم بھی اپنے والد محترم
کے ساتھ ہر سال وہاں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ سے راقم کی ملاقات گنج مراد آباد
شریف میں ہر سال ہوا کرتی تھی۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ لوگ نوافل کھڑے ہو کر
پڑھتے ہیں، چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سنت ادا کرنے کی نیت سے عشاء کے آخری
دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھ لیا کریں۔ مسجد کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ جوتے چپل
مسجد کی پہلی سیڑھی کے پاس قبلہ رخ اتارنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ گزشتہ سال
برسات کی آخری موسلا دھار میں آپ کی مزار شریف بیٹھ گئی جسے مظہر خاں صاحب
مرحوم کے صاحبزادے کلیم حسن خاں اور پوتے آفتاب حسن خاں نے نئے ٹیلے لگوا کر
دوبارہ تعمیر کروایا۔ ان دونوں حضرات نے راقم سے جو صورت حال بیان کی اسے سن کر
ایک لفظ کی تبدیلی سے مشہور نعت مبارکہ کا شعر زبان پر آ گیا کہ

محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا   زمیں میلی نہیں ہوتی بدن میلا نہیں ہوتا

(اصل شعر میں بدن کی جگہ زمن ہے) حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر کے اثر
کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بارش کو ذریعہ بنایا۔ اللہ اکبر۔

حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام قدرت علی خاں تھا۔ آپ موضع پیر پور ضلع ہردوئی کے
رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام عنایت اللہ خاں تھا۔ آپ صاحب جائداد
زمیندار تھے اور محکمہ پولیس میں ملازم تھے اسی وجہ سے آپ کو منشی جی کہا جاتا تھا۔ آپ
کی تعیناتی شاہجہاں پور میں تھی۔ کچھ عرصہ آپ خفیہ (ایل۔ آئی۔ یو) میں بھی
رہے۔ شوکت علی خاں، شفقت علی خاں، برکت علی خاں اور محبت علی خاں آپ کے چار

بیٹے تھے جن میں سے اول الذکر دو صاحبزادگان کا انتقال ہو چکا ہے۔ محبت علی خاں موضع پیر پور میں رہتے ہیں اور برکت علی خاں کا قیام رام پور میں ہے جو پرتھما بینک میں برانچ منیجر ہیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی بھی ہیں جن کا عقد موضع اختیار نگر عرف اکنورہ ضلع شاہجہاں پور کے ساکن اخلاق حسن خاں کے ساتھ ہوا ہے۔ آپ تقریباً ۱۹۴۴ء میں حضرت حاجی سید محمد صادق علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تلہر سے بیعت ہوئے۔ پیر و مرشد کے فیض سے آپ کی دنیا بدل گئی۔ شریعت کے سختی سے پابند ہو گئے۔ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ کے پیر و مرشد کا وصال ہو گیا۔ آپ کے قلب میں طلب حق پیدا ہو چکی تھی لیکن پیر و مرشد کا وصال ہو جانے کی وجہ سے اکتساب فیض نہیں ہو سکا تھا۔ اسی اثناء میں محکمے کے ایک ساتھی نے حضرت قبلہ کے بارے میں بتایا تو آپ حضرت قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ حجرہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ آپ کافی دیر باہر کھڑے رہے، جب حضرت قبلہ متوجہ ہوئے اور آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے عرض کیا کہ میرا کوئی کام نہیں ہے بس آپ کی صحبت میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔ حضرت قبلہ نے قدرے توقف سے فرمایا اچھا آجایا کرو، بیٹھ سکتے ہو لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ دنیاوی معاملات میں دعا کے لئے نہیں کہو گے۔ آپ نے عرض کیا حضرت! میں دنیا کے لئے آپ کے پاس حاضر نہیں ہوا ہوں۔ اب جو حضرت قبلہ کے چہرۂ مبارک پر آپ کی نظر پڑی تو آپ کا قلب اسی وقت جاری ہو گیا یعنی قلب سے اللہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت قبلہ کی نظر کیمیا اثر نے آپ کے قلب کو وہ جلا بخشی کہ معرفت حق نصیب ہو گئی۔ آپ فرماتے تھے کہ پیر و مرشد سے بیعت ہونے کے بعد حصول معرفت حق کا جو جذبہ میرے اندر پیدا ہوا تھا اور جو تشنگی میں نے محسوس کی وہ پیر و مرشد کا وصال ہو جانے سے مایوسی میں تبدیل ہو گئی تھی لیکن یہ مرشد کامل کی ہی توجہ فرمائی تھی کہ مجھے ایسے عظیم المرتبت بزرگ سے شرف نیاز حاصل ہوا جو ماہر شریعت، واقف رموز طریقت، شناور حقیقت اور غواض بحر معرفت تھے۔ آپ تقریباً ۱۲ سال حضرت قبلہ کی خدمت میں رہے اور اکتساب فیض

کیا۔آپ کا وصال ماہ ربیع الاول شریف کی نویں شب میں ۲۸ر فروری ۱۹۷۷ء کو بروز دوشنبہ ہوا۔آپ کا مزار مبارک آپ کے آبائی وطن موضع پیر پور ضلع ہردوئی کی مسجد کے احاطہ میں واقع ہے۔آپ نے اپنے چھوٹے صاجزادے برکت علی خاں صاحب کو بیعت کیا اور اجازت و خلافت عطا فرمائی۔برکت علی خاں صاحب کے علاوہ کس کو بیعت کیا اس کا علم نہیں ہوسکا۔البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ آپ نے اسم ذات شریف کی اجازت بہت سے لوگوں کو عطا فرمائی تھی۔آپ انتہائی وجیہہ، شکیل اور صاحب علم تھے۔آپ کے چہرے مبارک کا نور دیکھنے والوں کے قلب پر اثر کرتا تھا۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد آپ کو حضرت قبلہ کا سجادہ نشین منتخب کیا گیا لیکن آپ نے معذرت کرلی اور خود حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کا نام سجادہ نشینی کے لئے پیش کیا۔فرض نماز کی نیت میں پیچھے اس امام کے کہا جاتا ہے۔آپ فرماتے تھے امام صاحب کسی کے ملازم یا غلام نہیں ہیں نیت کرتے وقت پیچھے ان امام صاحب کے کہنا چاہیئے۔

حضرت اصغر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ شہر خاص محلہ باڑوزئی اول کے رہنے والے تھے۔آپ کا مکان نوشے خاں کی تلیا جس میں اب ملہار سنیما کی عمارت ہے، کے قریب واقع تھا۔آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔آپ کا رنگ سیاہی مائل تھا۔حضرت قبلہ کی خدمت میں آپ نے تقریباً ۲۶ سال کا طویل عرصہ گزارا۔آپ کو حضرت قبلہ سے کمال درجہ کا عشق تھا۔آپ حضرت قبلہ کا جھوٹا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔حضرت قبلہ جب غسل فرماتے تو آپ فرش پر غسل کا پھیلا ہوا پانی ہاتھوں میں لگا کر اپنے چہرے اور بدن پر لگالیا کرتے تھے۔آپ حضرت قبلہ کی دست بوسی اور قدم بوسی دیر تک کیا کرتے تھے۔جب تک حضرت قبلہ بیٹھنے کا حکم نہیں فرماتے تھے آپ کھڑے رہا کرتے تھے۔آپ سالک تھے اور ولائت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے لیکن آپ پر زیادہ تر استغراق کی کیفیت طاری رہتی

تھی۔ حضرت قبلہ سے آپ کا عشق، آپ کا تعلق اور آپ کی وارفتگی دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ایک بار آپ مسجد میں بیٹھے کسی سے بات کر رہے تھے، حضرت قبلہ تشریف لائے اور انتہائی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی پیٹھ میں اپنا پیر مارا اور فرمایا، تجھ (آپ) سے کئی بار کہا ہے کہ خاموش بیٹھا کر (بیٹھا کریں) اور بہت کچھ فرمایا راقم ان الفاظ کو تحریر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ پھر حضرت قبلہ نے آپ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ حکم کی تعمیل میں مسجد سے فوراً نکل گئے لیکن کہیں اور نہیں گئے بلکہ تقریباً ۸ یوم تک مسجد کے دروازے پر بیٹھے رہے۔ حضرت قبلہ کا گزر ہوتا تو ادب سے کھڑے ہو جاتے پھر وہیں بیٹھ جاتے۔ ایک روز منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت! اصغر (شاہ صاحب) کئی روز سے باہر ہیں اگر آپ اجازت دیں تو بلا لاؤں۔ حضرت قبلہ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے میرا اصغر ٹھہر گیا۔ میں سمجھتا تھا کہ مجذوبیت کی طرف نہ چلا جائے۔ حضرت قبلہ نے ایک بار فرمایا کہ میرا اصغر (شاہ صاحب) ولائت میں ایسا ہے جیسے حضرت مراد اللہ شاہ صاحب (محمدی کھیری) کا حضرت مضبوط شاہ (موضع سسورہ ناصر ضلع کھیری) پھر حضرت قبلہ نے حضرت مضبوط شاہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ پتھر توڑنے کی مشقت کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی تو وہ پتھر پر گر جاتے تھے، پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جایا کرتا تھا۔ اسی لئے ان کو مضبوط شاہ کہا جاتا ہے۔ ایک بار منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ سے قل ھو اللہ شریف کی اجازت چاہی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی اجازت اصغر (شاہ صاحب) کو دیدی ہے تم ان سے اجازت لے لو۔ منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ وہ میری بہت عزت کرتے ہیں، مجھکو اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تم میرے سامنے ان سے اجازت کی درخواست کرنا۔ چنانچہ موقع ملتے ہی منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے مسجد میں اصغر شاہ صاحب سے قل ھو اللہ شریف کی اجازت کے

لئے عرض کیا۔اصغر شاہ صاحب نے عرض کیا میں کیا جو کچھ ہیں حضرت قبلہ ہیں۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے ملتجی نظروں سے حضرت قبلہ کی جانب دیکھا حضرت قبلہ نے فرمایا میں نے تم کو قل ھواللہ شریف کی اجازت دی ہے تو منشی جی (قدرت اللہ شاہ صاحب) کو قل ھواللہ شریف کی اجازت دے دو۔اس کے بعد اصغر شاہ صاحب نے فوری طور پر اپنے دونوں ہاتھوں سے منشی قدرت اللہ شاہ صاحب کے ہاتھ تھام لیے اور فرمایا اچھا حضرت فرماتے ہیں تو میں نے آپ کو قل ھول اللہ شریف کی اجازت دی۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی صرف اجازت ہوئی تھی، میں نے قل ھواللہ شریف کو پڑھا نہیں تھا کہ قلب میں حرکت پیدا ہوئی اور زبان سے حق اللہ کی ضرب غیر ارادی طور پر جاری ہوگئی۔یہ واقعہ ان کی عظمت اور شان بزرگی کا واضح ثبوت ہے۔

راقم سے ایک اور واقعہ کلیم حسن خاں ساکن محمد زئی نے اور ان سے حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ نے حبیب حسن خاں صاحب کو ایک حاجی صاحب کے پاس بھیج کر پچاس روپیہ منگوائے۔حاجی صاحب نے انکار کر دیا اور کہا میرے پاس نہیں ہیں۔اس کے بعد محمد علی مارکیٹ کے مکتوب علی صاحب کے پاس بھیجا انہوں نے کہا کہ حضرت قبلہ سے رقعہ لکھوا لاؤ۔اس کے بعد تحصیل والی گلی میں چھوٹے لال سنار کے پاس بھیجا۔وہ ادب سے کھڑا ہو گیا۔حبیب حسن صاحب سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت قبلہ نے ٹوٹے ہوئے پچاس روپیہ منگوائے ہیں۔اس نے دوسری جگہ سے تڑوا کر ایک ایک روپیہ کے پچاس نوٹ دئے حضرت قبلہ نے وہ رقم حبیب حسن خاں صاحب کے ذریعہ دو بیواؤں کو بھجوا دی۔اسی روز شام کو حضرت قبلہ، حبیب حسن خاں اور اصغر شاہ صاحب کو ساتھ لیکر نکلے راستہ میں حاجی صاحب ملے حضرت نے فرمایا حاجی ٹھگ بازی۔جس پر اصغر شاہ صاحب نے فرمایا حضرت بربادی۔بعد میں حاجی صاحب کا کاروبار، گھربار سب برباد ہو گیا۔آپ کا وصال حضرت قبلہ کے وصال کے چند سال بعد ۱۳ ربیع الثانی کو حضرت قبلہ کے

وصال کے وقت پر ہوا۔آپ کا مزار مبارک محلہ مہمان شاہ کے قبرستان میں حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے پوربی دروازے کے پاس واقع ہے۔حضرت قبلہ نے مذکورالذکر تینوں حضرات کے متعلق فرمایا تھا کہ انواراللہ (شاہ صاحب) اور اصغر (شاہ صاحب) میرے پاس رہے گا۔اور منشی جی (قدرت اللہ شاہ صاحب) اپنے وطن چلا جائے گا۔ حضرت قبلہ کا فرمان حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔

حضرت رعایت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے بس اتنا کہ آپ پر رقت طاری رہا کرتی تھی۔آپ جلال نگر یا اس کے قرب جوار کے رہنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے متعلق بھی بہت زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔راقم سے برکت علی خاں صاحب نے اور ان سے ان کے والد منشی قدرت اللہ شاہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت قبلہ محلّہ ککرا کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔منشی قدرت اللہ شاہ صاحب اور حبیب اللہ شاہ صاحب بھی موجود تھے کہ اچانک حبیب اللہ شاہ صاحب کھڑے ہو گئے اور حضرت قبلہ سے کہنے لگے کہ لوگ حج کو کیوں جاتے ہیں۔آپ ہی میرا کعبہ ہیں لوگ مدینہ منورہ شریف کیوں جاتے ہیں، آپ ہی میرا مدینہ ہیں۔پھر وہ حضرت قبلہ کے چاروں طرف چکر لگا کر طواف کرنے لگے اور اسی وقت مجذوب ہو گئے۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حبیب اللہ (شاہ صاحب) کو بیک وقت تینوں منازل فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ حاصل ہو گئی ہیں۔یہ حضرت قبلہ کا ہی فیض خاص تھا۔حبیب اللہ شاہ صاحب کے ذکر میں حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میرا بہت سا مجذوب عرب شریف کے پہاڑوں کی کھو (گپھاؤں) میں رہتا ہے جن کو اللہ اور اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

حضرت مقیم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ بلند پایہ مجذوب بزرگ تھے۔عرف عام میں پنڈا شاہ صاحب کے نام سے مشہور تھے۔بہرائچ کے رہنے والے تھے۔حضرت قبلہ ان سے بچوں کی طرح محبت وشفقت فرماتے تھے،ان کو اپنے دست مبارک سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ راستہ میں لوگ انہیں شاید پاگل سمجھ کر چھیڑا کرتے تھے ان سے یہ کہتے تھے کہ میاں تمبا کو دیدو۔ان الفاظ کو سن کر وہ مارنے کے لئے دوڑتے تھے۔حضرت قبلہ ان کی بزرگی کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔فرماتے کہ ان کو عرش اعظم تک سب کچھ صاف نظر آتا ہے۔راقم سے حبیب حسن خاں صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ اپنے حجرے کے سامنے بیٹھے تھے،مقیم شاہ صاحب اپنی کیفیت میں ٹہل رہے تھے کہ اچانک ہاتھ اٹھا کر مسجد کے جنوبی حجرے کی جانب دوڑنے لگے اور حضرت قبلہ سے فرمایا کہ بابا وہ دیکھو گاندھی جی کو ماردیا۔تھوڑی دیر کے بعد کسی نے مسجد میں آکر بتایا کہ ابھی ابھی ریڈیو پر خبر آئی ہے کہ ناتھورام نامی کسی شخص نے گاندھی جی کا قتل کردیا ہے۔حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ یہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں۔یہ جو فرمادیں گے وہ ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ ان کی بات رد نہیں فرماتا۔حضرت قبلہ نے ایک روز حاضرین کو متنبہ کیا کہ اگر مقیم شاہ صاحب کسی سے یہ کہیں کہ تو مرجائے گا۔تو فوراً جواب میں یہ کہدینا کہ تو مرجائے گا۔راقم سے حاجی رئیس احمد صاحب نے اور ان سے حاجی یونس صاحب ساکن انٹہ و دیگر حضرات نے بیان کیا کہ محلہ ہنڈال خیل پھرکی والی مسجد سے پہلے والی مسجد میں حضرت قبلہ نے کچھ عرصہ مغرب کی نماز ادا کی ہے۔امامت بھی آپ ہی فرماتے تھے۔ایک روز حضرت قبلہ کو کچھ دیر ہوگئی۔،مقیم شاہ صاحب اس روز مسجد مذکور میں تشریف لے آئے۔جب حضرت قبلہ کو دیر لگی تو نمازیوں نے مقیم شاہ صاحب کو امامت کے لئے مصلے پر کھڑا

کر دیا۔انہوں نے نیت باندھی اور مصلے پر رقص کرنے لگے۔اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے اور مقیم شاہ کو ایک جانب ہٹا کر خود امامت فرمائی، نماز ختم ہونے کے بعد نمازیوں نے مقیم شاہ صاحب کی اس کیفیت کے بارے میں حضرت قبلہ سے استفتاء کیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے نیت باندھی اور کہا کہ منہ میرا طرف کعبہ شریف کے تو کعبہ شریف ان کے سامنے آگیا اور یہ مست ہو کر اس کا طواف کرنے لگے۔شاعر نسیم شاہجہاں پوری نے راقم سے بیان کیا کہ جلال نگر کے ایک صاحب نے حضرت قبلہ کو اپنے یہاں دعوت کے لئے مدعو کیا، حضرت قبلہ نے دعوت قبول فرمائی۔اس وقت مسجد میں مقیم شاہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔حضرت قبلہ نے ان صاحب سے فرمایا کہ مقیم شاہ کو بھی مدعو کر دو، چنانچہ ان صاحب نے حکم کی تعمیل کی اور مقیم شاہ صاحب سے بھی دعوت کے لئے عرض کر دیا۔پھر حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ مقیم شاہ صاحب میرے یہاں کبھی نہیں آئے وہ کیسے پہنچیں گے۔حضرت قبلہ نے فرمایا تم اس کی فکر مت کرو وہ خود پہنچ جائیں گے۔دعوت میں نسیم شاہجہاں پوری صاحب بھی مدعو تھے۔رات کی دعوت تھی۔حضرت قبلہ، نسیم صاحب اور دوسرے لوگ وقت مقررہ سے قبل ان صاحب کے یہاں پہنچ چکے تھے۔صاحب خانہ حضرت مقیم شاہ صاحب کے لئے فکر مند تھے اور بار بار حضرت قبلہ سے اپنی فکر کا اظہار کر رہے تھے۔حضرت قبلہ ہر بار یہ فرماتے تھے کہ مقیم شاہ صاحب وقت مقررہ پر خود پہنچ جائیں گے۔کچھ دیر کے بعد دروازہ پر دستک ہوئی، صاحب خانہ نے جا کر دیکھا تو مقیم شاہ صاحب موجود تھے۔حضرت قبلہ کے وصال پر بچوں کی طرح روئے تھے۔فرماتے تھے کہ بابا چھوڑ کر چلے گئے۔ایک بار اقبال حسین صاحب ساکن بجلی پورہ کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کی والدہ سے فرمایا اماں بابا چھوڑ کر چلے گئے اب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ہماری ایک بیٹی ہے، ہمیں اس کی شادی کرنا ہے، ہم اپنے گھر چلے جائیں گے۔کچھ عرصہ کے بعد آپ بہرائچ چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت الحاج حافظ منصور علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ محلہ محمد زئی کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام محمد علی صاحب تھا۔ آپ انتہائی عبادت گزار اور شب زندہ دار شخص تھے۔ آپ کا زیادہ وقت مکان سے ملحق مسجد میں گزرتا تھا اور وہاں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ بہت منکسر المزاج اور کم گو تھے۔ ضروری گفتگو بھی آہستہ اور نرم لہجہ میں فرمایا کرتے تھے۔ آپ کثرت سے حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ محمد علی مارکیٹ میں آپ کی دکان تھی۔ حضرت قبلہ کبھی آپ کی دکان پر اور کبھی مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی نماز جمعہ کے بعد حضرت قبلہ کے مزار شریف پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ نے حضرت قبلہ سے خصوصی طور پر اکتساب فیض کیا تھا۔ حضرت قبلہ نے آپ کو حضرت سید آل مصطفےٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مارہرہ شریف سے بیعت کروایا تھا۔ آپ نے نہ تو کبھی خود کو ولی اللہ کہا اور نہ کبھی کسی اہل نے ان کو ولی بتایا لیکن راقم جیسے بے خرد کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ولائت میں کسی منصب پر فائز ضرور ہیں۔ مکان کے سامنے آپ کا ایک امرودوں کا باغ تھا۔ اس باغ کی زمین آپ نے بہت ہی واجبی قیمت پر ضرورت مندوں کو دی اور ان میں جو یک مشت قیمت نہیں دے سکتے تھے ان کو قسطوں میں ادائیگی کی سہولت دی اور جو کچھ رقم حاصل ہوئی اس کا بڑا حصہ حضرت مہمان شاہ صاحب، حضرت رستم شاہ صاحب محمد زئی، حضرت امیر شاہ صاحب بنگش، مولوی بلغاری صاحب یونس خیل، حضرت عثمان شاہ صاحب ملتانی، حضرت وارث علی شاہ صاحب احاطہ اسحاق میاں صاحب چھوٹا محل قبرستان والے بزرگ، محمد زئی پاکڑ والے بزرگان دین وغیرہم کے مزارات کی مرمت، تعمیر نو، لنٹر کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کیا۔ اس کے علاوہ حضرت قبلہ کے مزار شریف کے احاطہ کی دیوار کو اونچا کروا کر اس پر لنٹر ڈلوایا۔ آپ جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے اس وقت خانۂ کعبہ کی مرمت کا کام چل رہا تھا۔ کعبہ کے سیاہ پتھر کے ٹکڑے

ٹوٹ کر نیچے گر جاتے تھے جن کو اٹھانے کے لئے حاجی صاحبان بڑی مشقت کیا کرتے تھے۔ آپ خانہ کعبہ کے قریب نوافل پڑھ رہے تھے، تین ٹکڑے ٹوٹ کر حافظ صاحب کے قریب گرے اوران پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔ حافظ صاحب نے سلام پھیر کران ٹکڑوں کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ واپسی پر حافظ صاحب نے یہ واقعہ راقم کو بتایا اور خانہ کعبہ شریف کے ان ٹکڑوں کی زیارت کرائی۔ بعد میں ان کی وصیت کے مطابق ان میں سے ایک ٹکڑا حافظ صاحب کے جسد خاکی کے ساتھ ان کی قبر میں دفن کردیا گیا۔ افسوس کہ باقی دونوں ٹکڑے ان کے وارثان کے پاس محفوظ نہیں رہ سکے۔ ان کے بھتیجے ماسٹر آفاق علی خاں نے بتایا کہ انہیں حفاظت سے رکھا گیا تھا لیکن وہ ٹکڑے خود بخود غائب ہو گئے۔ آپ کا وصال ۱۶ رجون ۱۹۹۵ء کو ہوا اور اپنے مکان کے برابر والی مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ ہر سال ۱۶ رمحرم الحرام کو اسی مسجد میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت حبیب حسن خاں صاحب

آپ محلہ بابوزئی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام امیر حسن خاں تھا۔ آپ نے ۱۹۴۱ء سے حضرت قبلہ کی خدمت میں آنا شروع کیا۔ فیکٹری میں ملازم تھے۔ آخر میں حضرت قبلہ کی حجامت بنانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ آپ حضرت قبلہ کے عشق سے سرشار تھے۔ جب حضرت قبلہ کا ذکر ہوتا تو بات کرتے کرتے جوش میں آواز بلند ہو جاتی پھر جوش زیادہ بڑھتا تو کھڑے ہو جاتے اور ہاتھوں کو پھیلا کر زور زور سے ہلانے لگتے۔ آپ چونکہ زیادہ وقت حضرت قبلہ کی خدمت میں گزارتے تھے اس لئے آپ کو بہت سے واقعات کا علم تھا۔ حضرت قبلہ کی ہدایت پر آپ سید ضامن علی شاہ صاحب قادری وقلندری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے تقریباً ۱۷ سال حضرت قبلہ کی خدمت انجام دی۔ حضرت قبلہ ایک روز دعوت میں آپ کے یہاں تشریف لے گئے، مکان کے پڑوس میں ایک مزار شریف ہے۔ وہاں حضرت

قبلہ نے فاتحہ پڑھی اور مسکرائے۔ بعد میں صاحب مزار کا اسم گرامی حضرت میعادم شاہ بتایا۔ اس سے قبل ان بزرگ کا نام کسی کو معلوم نہیں تھا۔ حضرت قبلہ نے ایک روز حبیب حسن صاحب کو دیر رات تک مسجد میں روکے رکھا، ان دنوں وہ ملازم نہیں تھے اور تنگی کے دن گزار رہے تھے۔ ان کی اہلیہ نے گھر میں کہا کہ حضرت اتنی دیر تک بٹھال لیتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ گھر میں کیا ہوگا۔ یہاں کچھ نہیں ہے، آتے تو کچھ انتظام کرتے۔ اس روز تقریباً دس بجے رات کے ایک شخص کھانا لے کر آیا حضرت قبلہ نے حبیب حسن صاحب سے فرمایا لو یہ کھانا تمہاری بیوی کے لئے آیا ہے۔ اسے لے جاؤ اور اپنی بیوی کو دے دینا۔ انہوں نے کھانا لیجا کر اپنی بیوی کو دیا اور پورا واقعہ بتایا تب ان کی بیوی نے ان کو بتایا کہ میں نے ایسے ایسے کہا تھا اسی وجہ سے حضرت قبلہ نے کھانا بھجوایا ہے۔ حبیب حسن خاں صاحب کے بہت سے واقعات ہیں سب کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ ۲۶ر ذی الحجہ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۹۳ء کو آپ کا انتقال ہوا اور قبرستان کٹاباغ میں دفن ہیں۔

حضرت محمد شفیع خاں صاحب

آپ کی آبائی رہائش محلہ محمد زئی میں مسجد طرہ باز خاں صاحب سے ملحق تھی۔ آپ مسجد مذکور کے متولی تھے۔ آپ کے والد غلام دستگیر خاں مرحوم اور چچا غلام رسول خاں مرحوم بھی مسجد مذکور کے متولی تھے۔ آپ ہی کی کوشش سے حضرت قبلہ نے مسجد طرہ باز خاں کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ کو حضرت قبلہ کی خدمت کے زیادہ مواقع حاصل رہے۔ حبیب حسن خاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت قبلہ کے پیر میں پھوڑا نکل آیا۔ اس پھوڑے پر پلٹس باندھنے، پھوٹ جانے پر اس کی دھلائی وصفائی کرنے اور روزانہ دوا لگا کر پٹی باندھنے کی خدمت آپ انجام دیا کرتے تھے۔ اس خدمت کے نتیجہ میں حضرت قبلہ کی شفقتیں آپ پر اور زیادہ ہوگئی تھیں۔ حبیب حسن خاں صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ آپ ان چند افراد میں سے تھے جن کا حضرت قبلہ لحاظ فرمایا کرتے

تھے ۔حضرت قبلہ نے آپ کو حضرت مولانا فضل رحماں صاحب رحمتہ اللہ علیہ گنج مرادآبادی کے پوتے حضرت رحمت اللہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کروایا تھا۔مسجد طرہ باز خاں میں حضرت قبلہ کا عرس مبارک آپ ہی کے زیر انتظام ہوا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے راقم کو آپ کا بیٹا ہونے کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کا انتقال ۹ رجنوری ۱۹۷۱ء کو ہوا اور محلہ محمد زئی میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مظہر حسن خاں صاحب

آپ اصلاً شیر پور ضلع پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد کا نام عبدالمجید خاں تھا۔آپ اپنے والد کے ساتھ شاہجہاں پور منتقل ہوئے اور محلہ محمد زئی میں رہائش اختیار کی۔منڈی میں آپ کی لکڑی کی ٹال تھی۔پڑوس کے مکان میں حضرت قبلہ تشریف لایا کرتے تھے،انہی پڑوسی کے ذریعہ حضرت قبلہ سے نیاز حاصل ہوا اور پھر سلسلہ شروع ہو گیا۔آپ بھی حضرت قبلہ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ آپ کے یہاں اکثر و بیشتر تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔مزار مبارک پر حضرت قبلہ کا عرس مبارک آپ ہی کے زیر انتظام ہوتا تھا۔آپ کے بعد وہاں یہ خدمت آپ کے بیٹے اور پوتے انجام دیتے ہیں۔حضرت قبلہ نے آپ کو حضرت سید آل مصطفےٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مارہرہ شریف سے بیعت کروایا تھا۔تقریباً بیس سال قبل آپ کا انتقال ہو گیا اور قبرستان مہمان شاہ میں حضرت قبلہ کے قریب دفن ہوئے۔کاظم حسن خاں،شریف حسن خاں،ستار حسن خاں اور کلیم حسن خاں ان کے چار صاحبزادگان تھے جن میں اول الذکر دو صاحبزادگان کا انتقال ہو چکا ہے۔

حضرت لئیق احمد صاحب

آپ محلہ محمد زئی کے رہنے والے تھے۔ میونسپل بورڈ کے محکمہ صفائی میں گرداور کے منصب سے ریٹائر ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد کوئی بھی شخص امامت کے لئے تیار نہیں تھا کہ حضرت قبلہ کے مصلے پر کھڑا ہونے کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اسی بنا پر کئی جمعوں تک مسجد طرہ باز خاں میں جمعہ کی نماز نہیں ہو سکی پھر تمام معتقدین نے متفقہ طور پر آپ کو جمعہ کی امامت کے لئے رضامند کر لیا۔ آپ کی امامت میں جمعہ کی نماز مسجد طرہ باز خاں میں دوبارہ شروع ہوئی۔ تادم آخر آپ جمعہ کی نماز کی امامت فرماتے رہے۔ بیچ میں کچھ عرصہ کاروبار کے سلسلے میں بریلی رہنے لگے اس درمیان حافظ امانت صاحب اور دیگر حضرات نے جمعہ کی امامت فرمائی۔ بریلی سے واپسی پر آپ پھر امامت فرمانے لگے۔ آپ نے بچوں کو میلاد شریف پڑھنے کی تربیت دی اور ان کو دور دراز تک میلاد پڑھوانے لیجایا کرتے تھے۔ میلاد خواں ببن صاحب اور ارشد صاحب آپ ہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۹۸۷ء میں ہو گیا۔ آپ وصیت کے مطابق محلہ مہمان شاہ کے قبرستان میں حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے قریب حضرت اصغر شاہ صاحب کے مزار مبارک کے برابر بجانب مغرب دفن ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے خلیق احمد تھے جو میرٹھ میں رہتے تھے۔

حاجی نبی حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ محلہ باڑوزئی پیشاوری کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام مدار بخش تھا۔ آرڈنینس کلودنگ فیکٹری میں ملازم تھے۔ پابند شریعت سالک بزرگ تھے۔ محمد معروف خاں صاحب امام مسجد فخر عالم میاں نے راقم سے بقول ان کے ان سے حاجی نبی حسن صاحب نے خود بیان کیا کہ ایک روز مسجد طرہ باز خاں میں حاضر ہوا۔

حضرت قبلہ گلی کی طرف والی فصیل پر بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ جواب کے بعد فرمایا کہ تمہارا نام نبی حسن ہے اور تم مدار بخش کے بیٹے ہو۔ اس بات سے میں نے سمجھ لیا کہ حضرت قبلہ واقعی اللہ کے ولی ہیں اور پھر میں نے ہر اتوار کو حاضری شروع کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ڈیوٹی حضرت اسحاق میاں رحمتہ اللہ علیہ میں لگا دی ہے۔ حاجی نبی حسن صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ عیدگاہ کے قبرستان میں دفن تھیں۔ حاجی نبی حسن صاحب ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے عیدگاہ جایا کرتے تھے۔ بعد میں حضرت قلندر شاہ صاحب کے یہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ نبی حسن صاحب نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت! میری ڈیوٹی حضرت قلندر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں لگا دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا اچھا جاؤ وہیں لگا دی۔ حاجی نبی حسن صاحب نے فرمایا کہ حاجی قلندر شاہ صاحب کے مزار شریف پر حاضر ہو کر میں یہ عرض کیا کرتا تھا کہ حضرت آپ سے دست بدست اور سینہ بسینہ شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتا ہوں، کرم فرما دیں۔ کئی سال گزر گئے۔ میں شام کو جایا کرتا تھا واپسی پر رات کافی ہو جایا کرتی تھی۔ مجھے ڈرایا جانے لگا تا کہ میں حاضری بند کر دوں۔ حضرت قبلہ کی کرم فرمائی تھی کہ حضرت قبلہ نے ایک روز فرمایا نبی حسن جاؤ کہدینا کہ میں نے حکم دیا ہے۔ اسی روز شام کو میں حاجی قلندر شاہ صاحب کے یہاں حاضر ہوا۔ اتفاق سے ایک لڑکا بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے فاتحہ خوانی کی جب نظر اٹھائی تو ایک صاحب عیدگاہ کے منبر پر بیٹھے نظر آئے۔ میں نے اس لڑکے سے کہا کہ فاتحہ کے پیڑے ان صاحب کو بھی دے آؤ۔ وہ لڑکا گیا اور واپس آ کر بتایا کہ ان صاحب کے پاس ایک سانپ بیٹھا ہے، میں نہیں جاؤں گا۔ مغرب کی اذان کا وقت قریب تھا۔ میں نے خود پیڑے لیجا کر ان کو پیش کئے۔ انہوں نے پیڑے قبول کر لئے اور منبر سے اتر کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے سینے سے چپٹا لیا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں۔ فرمایا یہیں رہتا ہوں۔ پھر فرمایا اذان پڑھو۔ میں نے اذان پڑھی۔ مجھ سے امامت کرنے کو کہا۔ میں

نے معذرت کر لی تو انہوں نے امامت فرمائی ۔ جب صبح کو میں حضرت قبلہ کے پاس حاضر ہوا تو مجھ پر نظر پڑتے ہی فرمایا، نبی حسن دست بدست، سینہ بسینہ ہو گئی ملاقات ۔ تب مجھکو ہوش آیا کہ حضرت قبلہ کا فیض تھا وہ بزرگ حاجی قلندر شاہ صاحب تھے جن سے میری خواہش کے مطابق ملاقات ہوئی ۔ آپ کا وصال ۱۸/اپریل ۱۹۸۱ء کو ہوا اور مہمان شاہ کے قبرستان میں حضرت قبلہ کے مزار کے قریب حافظ لئیق احمد صاحب کی قبر کے برابر میں دفن ہیں ۔ آپ حضرت قبلہ بشیر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے ۔

چودھری نور محمد صاحب

آپ محلہ کٹیا ٹولہ کے رہنے والے تھے ۔ آپ کے والد کا نام چودھری لعل محمد تھا ۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۰ء میں ہوئی ۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت قبلہ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے جبکہ ان کی عمر محض ۱۵ سال تھی ۔ بہت گرانڈیل اور شکیل تھے ۔ پٹھان نہیں تھے لیکن عرف عام میں خان بھائی مشہور تھے ۔ پھل اور سبزی کی آڑھت تھی ۔ حضرت قبلہ سے بہت عقیدت تھی ۔ جمعہ کی نماز حضرت قبلہ کی اقتداء میں ادا کرتے تھے ۔ اگر کسی کام سے محلہ محمد زئی کی جانب آنا ہوتا تو دوسری نمازیں بھی حضرت قبلہ کی اقتداء میں کوشش کر کے ادا کرتے تھے ۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد برابر حضرت قبلہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور ذکر کرتے کرتے رونے لگتے تھے ۔ ۱۹۸۸ء میں چودھری صاحب کا انتقال ہو گیا اور عیدگاہ کے قبرستان میں دفن ہوئے ۔ حضرت قبلہ نے آپ کو حضرت سید آل مصطفےٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مارہرہ شریف سے بیعت کرایا ۔

حافظ اسمٰعیل صاحب

آپ موضع سسورہ شہامت ضلع کھیری کے رہنے والے تھے ۔ گاؤں کے پردھان بھی رہے ۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں برابر حاضری رہتی تھی ۔ حضرت قبلہ نے

آپ کو عجائب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ رام پوری سے بیعت کروایا تھا۔ حضرت قبلہ حضرت عجائب شاہ صاحب کے ساتھ ایک بار آپ کے یہاں سسورہ شہامت تشریف لے گئے تھے۔ دو سال قبل حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا اور سسورہ شہامت میں دفن ہوئے۔ حضرت قبلہ کے بہت سے واقعات آپ بیان کرتے تھے۔

شیخ احسان علی صاحب

آپ محلہ چوبرجی نزد چوکی بیری کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد شیخ عنایت علی حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے مرید تھے۔ اور ان کی شادی مولانا صاحب نے ہی کروائی تھی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو مولانا فضل رحمٰن صاحب نے ہی احسان علی نام رکھا تھا۔ احسان علی صاحب جیلر کے منصب پر فائز تھے۔ حضرت قبلہ کا ان پر خصوصی کرم تھا۔ حضرت قبلہ کے لئے ایک وقت کا کھانا جیلر صاحب کے یہاں سے آیا کرتا تھا۔ جیلر صاحب ہر ہجری ماہ کی ۲۲ رتاریخ کو حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کی فاتحہ مونگ کی دال کی نمکین کھچڑی پر کرایا کرتے تھے۔ جیلر صاحب کا انتقال ۱۹۴۸ء میں ہو گیا تھا۔ حضرت قبلہ نے ان کی بیوہ اور یتیموں کی دستگیری فرمائی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹے اور دو بیٹیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ سب سے چھوٹی بیٹی حیات ہیں۔ جیلر صاحب اور ان کی بیٹیاں بھی گنج مرادآباد سے بیعت تھے۔ بیٹیاں حضرت رحمت اللہ میاں رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھیں جیلر صاحب کے پیر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ بہر حال جیلر صاحب کی اہلیہ اور بیٹیوں نے حضرت قبلہ کی خوب خدمت کی۔

ان حضرات کے علاوہ جمیل احمد خاں محلہ بابوزئی، قاسم صاحب محلہ محمد زئی، اقبال حسین صاحب محلہ بجلی پورہ، محمد ولی صاحب محلہ بابوزئی، سید فضل احمد میاں صاحب تارین ٹکلی وغیرہم بہت سے خوش نصیب حضرات حضرت قبلہ کی خدمت کو بڑی سعادت سمجھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک

حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال ۱۳ر ربیع الثانی کو حضرت قبلہ کے مزار مبارک محلہ مہمان شاہ میں اور مسکن مبارک مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی میں ہوا کرتا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں جب ماہ ربیع الثانی قریب آگیا تو اکابرین کو حضرت قبلہ کے عرس مبارک کے انعقاد کی فکر دامن گیر ہوئی۔ حضرت انوار اللہ شاہ صاحب، حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب، حضرت اصغر شاہ صاحب، مظہر خاں صاحب، اور والد محترم محمد شفیع خاں صاحب نیز دیگر خادمین نے اس مسئلے پر غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ حضرت قبلہ کا عرس مبارک ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے طریقہ پر منعقد کیا جائے۔ حضرت انوار اللہ شاہ صاحب اور والد محترم محمد شفیع خاں صاحب ہر سال مذکورہ عرس مبارک میں شرکت کے لئے گنج مرادآباد شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہاں رات میں نعت خوانی اور منقبت خوانی کی محفل آراستہ کی جاتی ہے جو فجر سے پہلے صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوتی ہے۔ اگلے روز فاتحہ قل شریف ہوتی ہے۔ فاتحہ کے وقت بھی منقبت پیش کی جاتی ہے۔ فاتحہ کے بعد وہاں صلوٰۃ وسلام پیش نہیں کیا جاتا۔ تمام تقریبات انتہائی سادگی کے ساتھ منعقد ہوتی ہیں۔

لہٰذا اکابرین نے حضرت قبلہ کے عرس مبارک کے انعقاد کا وہی طریقہ طے کیا جو حضرت قبلہ کے پیر و مرشد کے عرس مبارک کے انعقاد کا ہے۔ اسی طریقہ پر مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی میں ۱۲ر ربیع الثانی کو بعد نماز عشاء محفل میلاد شریف منعقد ہوئی جس کا سلسلہ رات بھر چلا اور سحر میں صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا۔ چونکہ حضرت قبلہ کا وصال ۱۳ر ربیع الثانی کو ختم سحر سے ۲۳ منٹ قبل ہوا تھا لہٰذا حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی فاتحہ قل شریف بوقت وصال منعقد کی گئی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر سبھی حاضرین چادر لیکر حضرت قبلہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ مزار مبارک کو غسل دیا گیا۔ چادر پوشی و

گل پوشی ہوئی اور پھر وہاں بھی فاتحہ قل شریف ہوئی ۔ایک قل سحر اور دوسرا علی الصبح منعقد ہو گیا۔عوام اس میں شرکت سے محروم رہ گئے ۔اس لئے یہ طے ہوا کہ مسجد طرہ باز خاں میں دوسری بار فاتحہ قل شریف ۱۰ بجے دن منعقد کی جائے ۔بعد میں دونوں مقامات پر عرس مبارک کے انعقاد میں آنے والی دقتوں کے پیش نظر مزار مبارک کے عرس کا نظم مظہر خاں صاحب کرنے لگے اور مسکن مبارک مسجد طرہ باز خاں میں ہونے والے عرس کا نظم والد محترم محمد شفیع خاں صاحب کرتے رہے۔والد محترم کے انتقال کے بعد ۱۹۷۱ء سے مسکن مبارک کے عرس کی نظامت کی سعادت راقم کے حصہ میں آئی ۔مظہر خاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادگان اور پوتے مزار مبارک پر عرس کا انعقاد اکابرین کے طے کئے ہوئے طریقہ پر کرتے ہیں۔



حصہ دوم

☆ پسندیدہ نعت مبارکہ
☆ منقبت مبارکہ
☆ چادر مبارکہ
☆ شجرۂ مبارکہ
☆ فاتحہ غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار
☆ پسندیدہ شعر
☆ منظوم دعا

حضرت کیفؔ لکھنوی کی یہ نعتِ مبارک حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند تھی۔ آپ اسے کثرت سے سنا کرتے تھے۔

بزم جہاں کے انجمن آرا تمہیں تو ہو — اس قدرتی برات کے دولہا تمہیں تو ہو

سب مانتے ہیں جس کو وہ حکم حضور ہے — کہنے میں جس کے حق ہو وہ گویا تمہیں تو ہو

جو کچھ ہے دو جہاں میں تمہارے سبب سے ہے — دونوں جہاں کا ایک نتیجہ تمہیں تو ہو

جو دستگیر ہے وہ تمہارا ہی ہاتھ ہے — جو ڈوبنے نہ دے وہ سہارا تمہیں تو ہو

ظاہر تمہاری شکل سے رحمت خدا کی ہے — اللہ کی کریمی کا نقشہ تمہیں تو ہو

تم سا کوئی ہوا نہ کہیں ہے نہ ہو کبھی — کونین میں جواب خود اپنا تمہیں تو ہو

مجھ پر خطا کی شرم تمہارے ہی ہاتھ ہے — مجھ ننگ دو جہاں کا وسیلہ تمہیں تو ہو

غم خوار جن کے تم ہو وہ بیکس ہمیں تو ہیں — ہم جن کے ہیں غلام وہ آقا تمہیں تو ہو

مانگوں گا میں تمہیں کو خدا سے بروزِ حشر — میری مراد میری تمنا تمہیں تو ہو

کیفِ غزل سرا کو بھی مل جائے کوئی جام
مختار گو شراب شہِ والا تمہیں تو ہو



حضرت حسن رضا صاحب بریلوی کی یہ نعت مبارکہ بھی حضرت قبلہ کو بہت پسند تھی۔ جب موقع ملتا اسے ضرور سنا کرتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک بار حضرت قبلہ نے اس نعت مبارکہ کو گیارہ بار پڑھوا کر سنا تھا۔

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو — پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو — اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

خاکِ پامال غریبوں کو نہ کیوں زندہ کرے — جن کے دامن کی ہوا بادِ مسیحائی ہو

اس کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت — خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو — وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے — کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

جب اٹھے دستِ اجل سے مری ہستی کا حجاب — کاش اس پردہ کے اندر تری زیبائی ہو

کبھی ایسا نہ ہوا ان کے کرم کے صدقے — ہاتھ پھیلانے سے پہلے ہی نہ بھیک آئی ہو

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسنؔ کی آنکھیں
اس کی نظروں میں ترا جلوۂ زیبائی ہو



مندرجہ ذیل نذرانہ عقیدت میلاد خواں گلزار احمد صاحب امروہوی مرحوم نے عرس کی محفل میں پیش کیا تھا۔ جو مخمورؔ امروہی کی نتیجہ فکر ہے۔

صراحی ہے نہ صہبا ہے نہ کوئی جام ہے ساقی
ترے رندوں کی محفل میں خدا کا نام ہے ساقی

پلا دے جتنی جی چاہے ترا انعام ہے ساقی
پلا کر ہوش میں رکھنا بھی تیرا کام ہے ساقی

سخاوت بھی تری دریا دلی کا نام ہے ساقی
بہت ہیں پینے والے پھر بھی اذن عام ہے ساقی

تری محفل میں جو آتا ہے تشنہ لب نہیں رہتا
تجھے خود لاج ہے اس کی کہ تیرا نام ہے ساقی

ترے دست کرم کو چوم لینے کی تمنا ہے
مجھے پینے کی حسرت تو برائے نام ہے ساقی

پلا دے اور تھوڑی سی کہ یہ خدشہ بھی مٹ جائے
مرے دل میں ابھی اندیشۂ انجام ہے ساقی

نہ حرمت مے کی ہے دل میں نہ پینے کا سلیقہ ہے
ہمیں جیسوں سے میخانہ ترا بدنام ہے ساقی

اب اس کے بعد دستور خداوندی نہ بدلے گا
تری رحمت خدا کا آخری پیغام ہے ساقی

نہ پیتا میں مگر دنیا مجھے مخمور کہتی ہے
مری مجبور فطرت پر بڑا انعام ہے ساقی



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں یہ عریضہ حضرت رؤف امروہوی کا نتیجہ فکر ہے۔ اسے نعت خواں گلزار احمد صاحب امروہوی مرحوم نے حضرت قبلہ کے عرس کی محفل میں پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کے درجات کو بلند فرمائے۔

اک ایسا جام پلا مجھ کو جو ناقص کو کامل کردے
اے ساقی میں تیرے صدقے میرے دل کو بھی دل کردے

مشہور ہے تیری جودوسخا دے صدقہ اپنے مستوں کا
میں منہ نہ تکوں اِس کا اُس کا مجھکو بھی کسی قابل کردے

اک حالت ہو ایسی طاری جو ہوش بھی ہو بیہوشی بھی
تیری تو رہے پل پل کی خبر باقی سب سے غافل کردے

دم آنکھوں میں آ اٹکا ہے بیمار ادھر میں لٹکا ہے
دم بھر کے لئے آبالیں پر آسان مری مشکل کردے

سورج، چاند، ستارے کیا یہ سیم بدن مہ پارے کیا
تو اپنی صورت دکھلا کر سب کے دعوے باطل کردے

پھر دیکھ مزا کیا آتا ہے تو کیسا لطف اٹھاتا ہے
محبوب کی مرضی میں اے دل اپنی مرضی شامل کردے

الفت کا بوجھ اٹھا تو لیا، دل کو یہ روگ لگا تو لیا
اب تو کردے جیسا چاہے آساں کردے مشکل کردے

ملنے کی کوئی تو بتا صورت، اے جانِ رؤف دکھا صورت
مجھکو اپنا پروانہ بنا، خودکو شمع محفل کردے

منقبت شریف۔ بحضور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمت اللہ علیہ

یہ منقبت شریف حضرت قبلہ حکیم فرزند علی صاحب راز بسوانی کی نتیجہ فکر ہے جسے انہوں نے راقم کی جانب سے موزوں فرما کر راقم کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

یاس کی گود میں ارمان ہے غوث الاعظم
چاک چاک اپنا گریبان ہے غوث الاعظم

ذکرِ حق ،یادِ نبی ،تیری محبت کا جنون
میری ہستی کا یہ سامان ہے غوث الاعظم

آپ نے دین کی ہر راہ کو بخشی ہے ضیاء
دین پر آپ کو احسان ہے غوث الاعظم

یوں ہیں محفوظ مرے دل میں تمہاری یادیں
جیسے جزدان میں قرآن ہے غوث الاعظم

آپ کے نام سے وابستہ مرا نام بھی ہے
میرے پاس آپ کی پہچان ہے غوث الاعظم



منقبت شریف بحضور قبلہ محمد سجاد اللہ شاہ عرف مولانا عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

یہ منقبت شریف جناب رونق شاہجہاں پوری کی نتیجہ فکر ہے اور اسے جناب ابن خاں صاحب ساکن بارڑوزئی پیشاوری نے حضرت قبلہ کے سوئم کی محفل میں پیش کیا تھا۔ یہ منقبت شریف جب پہلی بار پڑھی گئی تو محفل میں کہرام مچ گیا تھا۔

کہہ رہے ہیں یہ عاشق تمہارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

چین دل کو نہیں ہے ہمارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

کیسا اس روز ماتم بپا تھا جس گھڑی تم نے پردہ کیا تھا

ڈھونڈتے پھرتے ہیں مارے مارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

آستانے پہ میلا لگا ہے کوئی رو رو کے یہ کہہ رہا ہے

کیسے اب دن کٹیں گے ہمارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

چہرا للہ اب تو دکھا دو، غم مریدوں کے دل سے مٹا دو

یاد کر کر کے روتے ہیں سارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

آقا خادم تمہارے کھڑے ہیں روتے جاتے ہیں یہ کہہ رہے ہیں

سامنے آؤ مرشد ہمارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

بیڑا طوفان میں آگیا ہے، ناخدا اس کا کیا ہوگیا ہے

آکے اس کو لگاتے کنارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

غم میں بیمار سب ہو گئے ہیں، آستانے پہ آئے پڑے ہیں

پاس آجاؤ مرشد ہمارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

فیض کا ایک چشمہ تھا جاری جس کو پیتے تھے سب باری باری

پیاسے پھرتے ہیں اب مارے مارے ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے

دیکھ مرشد تو رونق سدھارے، اب جئیں ہائے کس کے سہارے

ہیں پریشان غم میں تمہارے، ہائے مرشد کہاں ہو ہمارے



یہ منقبت شریف جناب شاہدؔ امروہوی کی نتیجۂ فکر ہے جسے نعت خواں جناب گلزار احمد صاحب مرحوم ملازم آرڈیننس کلودنگ فیکٹری شاہجہاں پور نے حضرت قبلہ کے عرس مبارک کی محفل میں پیش کیا تھا۔

تم پرتوِ شمعِ رسالت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

تم حامیٔ دین وملت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

تم گوہر درج شریعت ہو، تم اختر برج حقیقت ہو

معنیٔ کتاب شریعت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

پایا ہے لقب سجاد اللہ کرتے تھے سدا اللہ اللہ

تم نائب شاہ سلامت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

توحید کا جام پلایا ہے، گمراہوں کو حق سے ملایا ہے

وہ رہبرِ راہ حقیقت، ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

جو فقر کی دولت کو چاہے، لازم ہے تمہارا غلام بنے

عرفان کا قصر حکومت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

بوڑھے بچے سب خورد وکلاں صورت پہ تمہاری تھے قربان

تم پیکر لطف محبت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

جس دل میں تمہاری الفت ہو اللہ سے اس کو قربت ہو

محشر میں بھی اس کی عزت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

ارشاؔد میاں کے نور نظر، ہو حسن میاں کے لخت جگر

تم مہر سپہرِ ولایت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

منگتوں نے تمہارے جو مانگا مقصود دلی فوراً پایا

دارین کی دیتے دولت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر

کہتا ہے یہ شاؔہد در پہ کھڑا، اے ساقیٔ کوثر کے پیارے

پوری اب اس کی حاجت ہو یا حضرت شہ عبدالقادر



یہ منقبت شریف الحاج رحمت اللہ صاحب نے حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چالیسوں کی محفل میں پیش کی تھی۔

محبوب خدا کے دلبر ہیں کیا شان تھی عبدالقادر کی
گرتوں کا پکڑتے ہیں دامن کیا شان تھی عبدالقادر کی

انوار الٰہی سے روشن دل آپ کا ہردم رہتا تھا
ہر سانس تھی محو یاد نبی کیا شان تھی عبدالقادر کی

اب بعد وصال ہونے پر سب ذکر تمہارا کرتے ہیں
افسوس کسی نے جانا نہیں کیا شان تھی عبدالقادر کی

جس کو یہ چھپالیں دامن میں کونین کا مالک ہو جائے
انساں کی سمجھ میں کیا آئے کیا شان تھی عبدالقادر کی

ہر وقت زباں پر تھا ان کے سرکار مدینہ کا کلمہ
ہر لحہ تھا لب پر نام نبی کیا شان تھی عبدالقادر کی

بیوہ اور یتیموں پر حضرت کرتے تھے بہت زیادہ شفقت
اب کہتی ہیں بیوہ رو رو کر کیا شان تھی عبدالقادر کی

بھوکوں کو کھلاتے تھے کھانا، ننگوں کو پنہاتے تھے کپڑا
دیکھا جو کبھی آکر ہم نے کیا شان تھی عبدالقادر کی

کیا شان تھی ان کی کیا کہنا، رحمت پر روئے رحمت تھے
کرتے تھے ہمیشہ وصف نیا کیا شان تھی عبدالقادر کی

ایک منقبت شریف میلاد خواں شفیع صاحب عرس کی محفل میں پڑھا کرتے تھے۔وہ نابینا تھے اور لوگ ان کو نابینا حافظ جی کہتے تھے۔اس منقبت شریف کے کچھ اشعار ہی ذہن میں محفوظ رہ سکے پوری منقبت شریف نہیں مل سکی۔

بشر صورت ملک سیرت سراپا فیض ربانی ۔۔۔ محمد عبدِ قادر شاہ صاحب پیر لا ثانی

الٰہی اٹھ گئی ہے معرفت کی شمع محفل سے ۔۔۔ وطن میں رہ گئی تھی بس یہی اک شکل نورانی

ربیع الثانی کی تاریخ تیرہ تیروہوں شب تھی ۔۔۔ ملک الموت لیکر آئے تھے جب امر ربانی



میلاد خواں الحاج رحمت اللہ صاحب کے پاس بہت سی منقبتیں ،منظوم چادریں اور غلاف تھے لیکن دوران حج رحمت اللہ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ان کے صاحبزادے پیرا صاحب اس وقت بہت چھوٹے تھے۔پیرا صاحب کی والدہ سے کوئی شخص وہ سب مانگ کر لے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اس طرح وہ ذخیرہ تلف ہوگیا۔رحمت صاحب ایک غلاف پڑھتے تھے جس کا ایک شعر ذہن میں محفوظ رہ گیا ہے۔

غلاف مبارک لئے جارہا ہوں ۔۔۔ مئے حُبِّ قادر پئے جارہا ہوں



اس کے علاوہ ایک چادر کے چند اشعار بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔

عاشق کبریا کی چادر ہے ۔۔۔ مرشد پیشوا کی چادر ہے

شیفتگان خدا کی چادر ہے ۔۔۔ مخلصِ با صفا کی چادر ہے

اک زمانہ ہے شیفتہ جس کا ۔۔۔ یہ اسی دلربا کی چادر ہے

نورِ حق ساتھ ساتھ ہے اس کے ۔۔۔ یہ کسی اولیاء کی چادر ہے



وؔفا صاحب کی ایک چادر بھی اکثر پڑھی گئی جو ذیل میں پیش ہے۔

میاں مزار پہ چادر چڑھانے آئے ہیں
درِ حضور پہ سر کو جھکانے آئے ہیں
خوشا نصیب کہ جاری ہو لب پہ ذکر حبیب
دورود و حمد وثناء ہم سنانے آئے ہیں
دعا یہ ہے کہ دعائیں قبول ہو جائیں
اس آستاں سے عقیدت بڑھانے آئے ہیں
تمہاری خاکِ قدم کو لگا کے آنکھوں سے
ہم اپنی چشم حقیقت کھلانے آئے ہیں
تمہارے جلووں سے ہو جائے روشنی دل میں
اندھیرے گھر کو منور بنانے آئے ہیں
لگی ہے آگ جو دل میں بجھانے آئے ہیں
نیاز مند ہیں چادر چڑھانے آئے ہیں
خدا کا شکر وؔفا ہے کہ فیضِ مرشد سے
لکھی ہے ہم نے یہ چادر سنانے آئے ہیں



ایک منظوم چادر راقم کی والدہ محترمہ نے راقم کی جانب سے موزوں فرمائی تھی جسے میلادخواں الحاج رحمت اللہ صاحب نے پڑھا بھی تھا۔ والدہ محترمہ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی گھر کے اندر ہی کچھ سیکھ لیا تھا اس لئے ردیف، قافیہ، وزن کو نظرانداز کرکے ان کے جذبات کی قدر کرنا ہوگی۔ حالانکہ راقم نے اسے پیارے میاں رشید مرحوم، حکیم فرزند علی صاحب رازؔ بسوانی مرحوم اور خالد علوی صاحب جیسے استاد شعرأ کو دکھایا اور اصلاح کی گزارش کی تھی سبھی حضرات نے ایک ہی بات کہی کہ ایسے ہی رہنے دو۔ یہ جذبات کی عکاسی ہے، تھوڑی سی جنبش دینے سے مفہوم بدل جائے گا۔

لایا ہوں عقیدت سے چادر میں دادا میاں یا شاہ ولی
کرلیں جو قبول آپ اس کو اگر ہو جائے گی پوری میری خوشی
یہ لگتا ہے ہر دم مسجد میں اب دادا میاں آتے ہوں گے
جاتا ہوں میں مسجد کو جس دم آتی ہے مجھے تب یاد بڑی
کب حجرے سے باہر نکلیں گے کب تخت کو رونق بخشیں گے
مشتاق زمانہ ہے سارا ہر دل کو عقیدت آپ سے تھی
اوصاف کروں کیا ان کے بیاں جو دادا میاں میں میرے تھے
وہ ایک ولیٔ کامل تھے کیا شان نرالی ان کی تھی
ننگوں کو پہناتے تھے کپڑا، بھوکوں کو کھلاتے تھے کھانا
بیوا کی مدد فرماتے تھے معصوموں سے شفقت آپ کو تھی
پردہ تو ہٹا دو رخ سے ذرا دیدار دیکھا دو بہر خدا
حاضر ہیں زیارت کرنے کو مشتاقوں کی ہے اک بھیڑ لگی
پہلی سی نظر اب بھی رکھئے اے دادا میاں میرے اوپر
کرسکتا نہیں میں کچھ بھی بیاں لڈن سے جو الفت آپ کو تھی

منظوم شجرۂ مبارکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ، مجددیہ، رحمانیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

رحم کر یارب شفیع انبیاء کا واسطہ ۔۔۔ اہل بیت وعشرتِ خیرالوریٰ کا واسطہ

تجھ کو بو بکرو عمر، عثماں علی کا واسطہ ۔۔۔ انبیاء و مرسلین و اولیاء کا واسطہ

شہ علیِ مرتضیٰ شاہِ حسن کا واسطہ ۔۔۔ اور حسن ثانی شہ صدق وصفا کا واسطہ

شاہ عبداللہ و موسیٰ سید داؤد کا ۔۔۔ موسیٰ مورت شیخ یحیٰ باصفا کا واسطہ

شیخ عبداللہ و چنگی دوست موسیٰ باصفا ۔۔۔ حضرتِ سید ابو صالح ولی کا واسطہ

شاہِ جیلاں غوثِ اعظم عبدِ قادر دستگیر ۔۔۔ عبدِ رزاق وشرف دینِ شہا کا واسطہ

عبدِ وہاب الدیں ولی کا واسطہ ۔۔۔ شہ عقیل وشمس دینِ باصفا کا واسطہ

شہ گدا رحماں فضل و کیتھلی شاہِ کمال ۔۔۔ شاہِ اسکندر ولیٔ رہنما کا واسطہ

بہرِ شیخ احمد مجدد الفِ ثانی با خدا ۔۔۔ خواجۂ معصوم ایشاں حق نما کا واسطہ

شہ محمد نقشبندِ ثانیاً کا واسطہ ۔۔۔ شہ زبیر وہم ضیاء اللہ شہ کا واسطہ

قبلۂ آفاق خواجہ حق نما کا واسطہ ۔۔۔ فضل رحماں غوث عکس مصطفیٰ کا واسطہ

ہم شبیہِ غوث الاعظم اور عکس مصطفیٰ ۔۔۔ حضرتِ سجاد اللہ شاہ ولی کا واسطہ

آرزوئے مغفرت دارد زِ افضالت گدا ۔۔۔ ان بزرگوں کے تصدق میں کرم کردے خدا

بے نواہوں عرض یہ خالی نہ جائے اب مری ۔۔۔ بہرِ جملہ اولیاء کر حاجتیں پوری مرے



حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی فاتحہ میں حضرت قبلہ درج ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔

فاتحہ بر روحِ محبوبِ الٰہی العالمیں　　جملہ خاصانِ شہنشاہِ جمیع مرسلیں
یا الٰہی تو غنی ہستم منم بیکس فقیر　　ایں عمل مقبول کن مارا بدِ اجر کثیر
ایں نذر بر روئے اقدس اجر تا از فضل خویش　　بعد از آں از بہر آں بر حال اصحابِ کبیر
سید و سلطاں جنابِ غوث الاعظم دستگیر　　شیخ عبدالقادر محبوب حق پیرانِ پیر
بو سعیدِ مرشداں خسروِ دنیا و دیں　　والدینِ خاندانِ پاک آں روشن ضمیر

☆☆☆

حضرت قبلہ کا پسندیدہ شعر۔

کسی کا زور زر پر ہے کسی کا جاہ پر تکیہ
مرے ٹوٹے ہوئے دل کا ہے بس اللہ پر تکیہ

☆☆☆

حضرت قبلہ کے عرس مبارک کی محفل میں پڑھی جانے والی منظوم دعا

آج دادا میاں بنے دولہا ہے سجا سر پہ نور کا سہرا

ہے یہ سہرا ریاضِ جنت کا کیا ہی کہنا ہے اس کی نکہت کا

باغِ عرفاں کا ایک ہیں یہ پھول کیوں نہ ہوں پھر جہان میں مقبول

اولیاء کی ہیں انجمن کے چراغ ان کا روضہ ہے خلد کا اک باغ

آج ان کا ہے جشنِ یومِ وصال عرس کہتے ہیں جس کو نیک خصال

آج دربارِ عام ہے ان کا سب پہ فیضانِ تام ہے ان کا

آج دریا ہے فیض کا جاری آج جود و عطا کی ہے باری

اے خدا تجھ کو واسطہ ان کا اور ان کے تمام پیروں کا

بخش دے جتنے ہیں ہمارے گناہ کر ہماری طرف کرم کی نگاہ

ہم کو بھی ذوقِ بندگی دے تو نورِ عرفاں کی روشنی دے تو

ہم کو بھی دے وہ مے جو ان کو دی ہم پہ بھی کر نظر جو ان پر کی

جتنے ہیں حاضرین عرس یہاں سب کے پورے ہوں اے خدا ارماں

سب کی بگڑی بنا دے اے مولیٰ سب کا بیڑا کرم سے پار لگا

سب کے دل کی مرادیں پوری کر نور سے سب کو اپنے نوری کر

کوئی خالی نہ جائے اس در سے جھولیاں سب کی آج تو بھر دے

اور یہ سلسلہ رہے قائم
تا قیامت جہان میں دائم



حصہ سوم

- ☆ حضرت محمد طرہ باز خاں بانی مسجد
- ☆ مسجد طرہ باز خاں میں حضرت قبلہ کی تشریف آوری
- ☆ ذاتی تعلقات، جذبات وعقیدت

بانیِ مسجد

حضرت محمد طرّہ باز خاں رحمۃ اللہ علیہ

اس سے قبل کہ مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی میں حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا ذکر ہو راقم اس مسجد اور بانیِ مسجد حضرت محمد طرہ باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کو اس تذکرے میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ایک روایت جس کے اوپر کے راوی منقطع ہیں راقم سے نثار خاں صاحب محمد زئی اور ان سے شفاعت خاں مرحوم محمد زئی نے بیان کی کہ آپ نواب بہادر خاں بانی شاہجہاں پور کی فوج میں منصب دار تھے۔ آپ اس راستے سے گزرے جہاں آپ کی مسجد تعمیر ہے۔ اس جگہ آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ آپ نے یہیں قیام فرمالیا۔ یہیں پر آپ کو بشارت ہوئی۔ آپ نے فوج کی ملازمت چھوڑ دی اور فقیری اختیار کرلی۔ پہلے آپ نے کنواں بنوایا پھر مسجد تعمیر کرائی اور اسی میں قیام فرمایا اس کو شفاعت خاں سے کس نے بیان کیا یہ نثار خاں صاحب بتانے سے قاصر ہیں۔ راویوں کا سلسلہ حضرت طرہ باز خاں کو دیکھنے والے راوی تک پہنچتا تو اصولاً روایت کو تسلیم کیا جاتا لیکن اس روایت کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیا عجب ایسا ہوا ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ کتنے حضرات ہیں جن کو بشارت ہوئی ہے، کتنوں نے بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کی ہے۔ حضرت طرہ باز خاں نے اس مسجد اور کنوئیں کو سن۱۲۱۳ھ میں تعمیر کرایا ہے یہ مسجد پر لگے کتبہ سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ مسجد کی تعمیر کے لئے کثیر مقدار میں پانی کی ضرورت ہوئی ہوگی۔ لہٰذا یقیناً آپ نے پہلے کنواں بنوایا ہو گا۔ حضرت قبلہ صاحب تذکرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پتہ میں متصل مسجد طرہ باز خاں صوبیدار تحریر فرمایا کرتے تھے۔ یہ تحریر اس امر کی تائید کرتی ہے کہ بانیٔ مسجد فوج میں

منصب دار تھے۔ البتہ اس بات کو کہ آپ بانیٔ شاہجہاں پور نواب بہادر خاں چغتا کی فوج میں تھے، تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ نے مسجد مذکور ۱۲۱۳ھ میں تعمیر کرائی، اس سے ۱۵۴ سال قبل ۱۹ رجب المرجب ۱۰۵۹ھ کو نواب بہادر خاں صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ شاید اس وقت آپ کی پیدائش بھی نہ ہوئی ہو۔ آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال کا کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نواب بہادر خاں چغتا بانیٔ شاہجہاں پور کے خاندانی تھے۔ بانیٔ شاہجہاں پور کے صاحبزادے اختیار خاں صاحب بانیٔ اختیار نگر عرف اکنورہ کے خاندانی شجرے میں ایک نام طرہ باز خاں تحریر ہے۔ یہ شجرہ مرحوم مسرور حسن خاں صاحب اکنوروی نے راقم کو دکھایا تھا۔ لیکن یہ امر ابھی تحقیق طلب ہے کہ آپ وہی طرہ باز خاں ہیں جن کا نام شجرہ مذکور میں تحریر ہے۔ راقم کے پاس ایک بیعنامہ محلہ محمد زئی کا محفوظ ہے جس میں حدود میں مکان طرہ باز خاں تحریر ہے۔ ایسا ہی ایک بیعنامہ دیگر محلہ کا نوشے علی خاں صاحب محلہ بھارت دواجی کے پاس محفوظ ہے اس میں بھی حدود میں مکان طرہ باز خاں تحریر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صاحب جائیداد تھے۔ ہوسکتا ہے آپ زمیندار بھی ہوں۔ لیکن آپ کی زمینداری کا کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوسکا۔ احاطۂ مسجد میں نمایاں مقام پر آپ کا پختہ مزار مبارک ہے جس پر اب آپ کے نام کا کتبہ لگا دیا گیا ہے آپ کے مزار مبارک کے جنوب میں آپ کی اہلیہ محترمہ مدفون ہیں۔ تعجب ہے کہ شاہجہاں پور کی مطبوعہ تاریخ "تاریخ صبیح" میں آپ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور غیر مطبوعہ تاریخ "تاریخ مطیع" تک رسائی نہیں ہوسکی۔

اصلاً یہ مسجد تین دروں کے ایک ہال اور دو حجروں پر مشتمل تھی جس کے آگے کشادہ صحن تھا جو تین اطراف سے مضبوط فصیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ مشرقی فصیل اور بانی مسجد کے مزار مبارک کے درمیان پختہ کنواں تھا۔ شروع میں یہ مسجد دھنی پوش تھی جس کے پرنالے پیچھے کی جانب گرتے تھے۔ پرنالوں کے نشانات تادم تحریر قائم ہیں۔ مسجد کے درمیانی در کے اوپر جو کتبہ نصب ہے اس میں بعد بسم اللہ شریف فارسی میں

مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں۔

درقبۂ اسلام و دین بہر نماز مومنان
ازصدق چاہ ومسجدی چوں ساخت طرہ باز خان
از غیب جستم سال او فرمود ہاتف برمحل
بیت المقدس ثانیہ لفظ غرایب در جہان

۱۲۱۳ھ

ترجمہ:۔دین واسلام کے گنبد (شہر شاہجہاں پور) میں مومنوں کی نماز کے لئے جب (حضرت) طرہ باز خاں (رحمتہ اللہ علیہ) نے خلوص کے ساتھ کوئیں اور مسجد کی تعمیر کی تب میں نے غیب سے اس کے سنہ تعمیر کی طلب کی۔غیبی فرشتہ نے فوراً فرمایا (یہ مسجد) بیت المقدس ثانی ہے اور دنیا کے غرایب (عجائبات) میں سے ہے۔

یہاں لفظ ''غرایب'' سے مسجد کا ہجری سنہ تعمیر نکالا گیا ہے۔

غرایب = غ + ر + ا + ی + ب

= ۱۰۰۰ + ۲۰۰ + ۱ + ۱۰ + ۲

= ۱۲۱۳

جہاں تک مسجد کے نظم کا تعلق ہے تعمیر مسجد کے بعد یہ کام خود بانیٔ مسجد نے انجام دیا ہوگا۔ان کے وصال کے بعد کون کون حضرات ناظم ہوئے ایسی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔والد محترم سے اتنا سنا تھا کہ برسہا برس سے ان کے ہی آباءواجداد یہ خدمت انجام دیتے رہے۔والد محترم نے اپنے حقیقی چچا کرنل غلام رسول خاں صاحب کو اس مسجد کا نظم کرتے ہوئے دیکھا تھا جنہوں نے مسجد کی دھنیاں اتروا کر گمہ اینٹ کی ڈاٹیں تعمیر کروائیں اور لکڑی کے کھمبوں کا برآمدہ تعمیر کرا کر ٹین کی چادریں ڈلوائیں نیز مسجد کے اخراجات کے لئے کنگھی اینٹ کے تین چھوٹے چھوٹے کچے

کمرے مسجد کے پورب کھرنجہ کے کنارے تعمیر کرائے۔ ۱۹۳۵ء میں غلام رسول صاحب نے مدینہ منورہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ان کے ہجرت کر جانے کے بعد ان کے حقیقی بھتیجے اور راقم کے حقیقی چچا محمد ولی خاں صاحب مسجد کے متولی ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں محمد ولی خاں صاحب کا انتقال ہو گیا جس کے بعد ان کے بھائی محمد شفیع خاں صاحب متولی ہوئے جو راقم کے والد محترم تھے۔ ۹ر جنوری ۱۹۷۱ء کو والد محترم محمد شفیع خاں صاحب کے انتقال ہو جانے کے بعد یہ سعادت راقم کے حصہ میں آئی ہے۔ اہل خیر حضرات نے توجہ فرمائی اور ٹین کا برآمدہ ہٹا کر چار صفوں کا آر سی سی کا وسیع برآمدہ تعمیر کرایا گیا۔ صحن کی توسیع میں کنواں صحن میں شامل کر لیا گیا۔ کرنل غلام رسول خاں صاحب نے کنگھی انیٹ کے جو کچے کمرے تعمیر کرائے تھے وہ خستہ حال ہو کر منہدم ہو گئے۔ بعد میں اس حصہ کو آگے سے دیوار اٹھوا کر احاطۂ مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ تا کہ بدنظروں سے محفوظ ہو جائے۔

حضرت محمد طرہ باز خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ولی کامل ہیں۔ان کی ولایت اور بزرگی کی تصدیق و تائید میں دو واقعات پیش ہیں۔ پہلا واقعہ راقم سے چودھری نور محمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے محمد اقبال صاحب ساکن رنگین چوپال نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ایک روز چودھری صاحب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مسجد مذکور میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ اس وقت حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ چودھری صاحب نے سلام عرض کیا۔ دست بوسی و قدم بوسی کی اور اجازت پا کر ایک جانب ادب سے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک صاحب طویل قد و قامت کے، سرخ و سفید، دمکتا ہوا نورانی چہرہ تشریف لائے اور حضرت قبلہ کو سلام عرض کر کے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ صاحب تشریف لے گئے۔ان کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نور محمد تم نے ان صاحب کو کہیں دیکھا ہے چودھری صاحب نے عرض کیا کہ آج سے پہلے انہوں نے ان صاحب کو شہر میں کہیں نہیں دیکھا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ حضرت محمد طرہ باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

دوسرا واقعہ راقم سے حاجی حافظ منصور علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ وصال سے چند یوم قبل مسجد کے جنوبی حجرے کے سامنے صحن میں چٹائی پر آرام فرماتے تھے۔ عیادت کرنے والوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ اسی درمیان ایک صاحب طویل قد و قامت کے حافظ منصور علی صاحب کے برابر بیٹھے ہوئے تھے، اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ نے حافظ منصور علی صاحب سے فرمایا کہ یہ صاحب جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کو پہچانا۔ یا یہ فرمایا کہ ان کو جانتے ہو۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ حضرت محمد طرہ باز خاں صاحب بانئ مسجد تھے جو میری عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت محمد طرہ باز خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے صدقے میں ان کی مسجد کے تمام مصلیان، منتظمین، معاونین اور کل امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔



مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی میں

حضرت قبلہ عبدالقادر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تشریف آوری

وروو شاہجہاں پور کے عنوان میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مسجد طرہ باز خاں محلہ محمد زئی کو حضرت قبلہ کا آخری مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راقم نے اس مسجد میں حضرت قبلہ کے تشریف لانے کا واقعہ آخر میں پیش کرنے کے لئے عرض کیا تھا۔ راقم کے والد محمد شفیع صاحب مرحوم کے بیان کے مطابق مسجد طرہ باز خاں صاحب کا انتظام گزشتہ کئی پیڑھیوں سے راقم کے آباء واجداد کرتے چلے آئے ہیں۔ اس وقت مسجد مذکور کے متولی راقم کے دادا کرنل غلام رسول خاں صاحب مہاجر مدینہ منورہ شریف تھے۔ جو عرف عام میں رسالدار صاحب مشہور تھے۔ والد محترم ایک روز کسی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے گئے تھے۔ وہاں اس وقت حضرت قبلہ اذاں دے رہے تھے۔ حضرت قبلہ کے اذاں دینے کے انداز سے والد محترم بہت متاثر ہوئے اور محویت کے ساتھ سننے لگے۔ وہیں ان کو یہ خیال آیا کہ حضرت قبلہ مسجد طرہ باز خاں میں قیام کرنا پسند فرمالیں تو بہتر ہوگا۔ والد محترم نے گھر واپس آکر دادا میاں سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت قبلہ کو مسجد مذکور میں لانے کی اجازت چاہی۔ دادا میاں نے والد محترم کو اس امر کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اگلے روز والد محترم حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا عرض کیا۔ جسے حضرت قبلہ نے منظور نہیں فرمایا۔ والد محترم ہمت نہیں ہارے اور حضرت قبلہ کو لانے کی کوشش برابر کرتے رہے۔ بالآخر ایک روز حضرت قبلہ نے اس شرط کے ساتھ مسجد طرہ باز خاں میں قیام کرنا منظور فرمالیا کہ والد محترم نہ تو خود اپنے کسی کام کے لئے حضرت قبلہ سے درخواست کریں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کریں گے۔ والد محترم نے حضرت قبلہ کی اس شرط کے سامنے

سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ شفیع خاں تم پٹھان ہو اور پٹھان عہد کی پابندی کرتا ہے۔ والد محترم نے عرض کیا آپ مجھ کو عہد شکن نہیں پائیں گے۔ چنانچہ اس عہد و پیماں کے بعد حضرت قبلہ مسجد طرہ باز خاں میں تشریف لے آئے۔ دادا میاں قبلہ نے ان کے لئے مسجد کا جنوبی حجرہ خالی کروا دیا اور حضرت قبلہ نے اس حجرے میں قیام فرما لیا۔ اس طرح اس مسجد کو حضرت قبلہ کا آخری مسکن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مسجد میں قیام کے دوران بھی حضرت قبلہ کبھی کبھی دوسرے مقامات پر جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، تشریف لے جایا کرتے تھے۔۔ شروع میں چند یوم کہیں قیام فرما کر واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ بعد میں کہیں بھی قیام نہیں فرماتے تھے۔ دن میں تشریف لے جاتے لیکن رات کو مسجد مذکور میں ہی قیام فرماتے تھے۔

ذاتی تعلق، جذبات و عقیدت

۱۹۳۵ء میں راقم کے دادا میاں قبلہ کرنل غلام رسول خاں صاحب مرحوم نے اپنی جائیداد وقف علی الاولاد کرنے کے بعد مدینہ منورہ شریف ہجرت فرمائی۔ راقم کے والد محترم تین بھائی تھے اور ایک بہن۔ والد محترم اور چھوٹے چچا محمد عبدالقدیر خاں صاحب مرحوم نے موضع اکنورہ میں سکونت اختیار کی۔ بڑے چچا محمد ولی خاں صاحب مرحوم محلّہ محمد زئی میں رہتے رہے اور دادا میاں قبلہ کے ہجرت کرنے کے بعد وہی مسجد مذکور کے متولی ہوئے۔ ہجرت کرنے کے کچھ ماہ بعد ۱۶؍ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء کو دادا میاں قبلہ کا انتقال مدینہ منورہ شریف میں ہو گیا اور وہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ چھوٹے چچا محمد عبدالقدیر خاں صاحب مرحوم کا انتقال ۱۹۳۸ء میں ہو گیا۔ وہ غیر شادی شدہ فوت ہوئے۔ بڑے چچا محمد ولی خاں صاحب کا انتقال ۱۹۴۷ء میں ہو گیا۔ ان کے کوئی اولاد نرینہ (بیٹا) نہیں تھی۔ ان کے انتقال کے بعد والد محترم نے موضع اکنورہ سے ترک سکونت کر کے محلّہ محمد زئی میں مستقل سکونت اختیار کی اور مسجد مذکور کے متولی ہوئے۔ اس وقت والد محترم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی صرف میری

ہمشیرہ تھیں۔

ایک روز حضرت قبلہ عصر کی نماز کے وقت کہیں سے واپس تشریف لائے۔ والد محترم مسجد کے صدر دروازہ پر فکرمندی کے عالم میں کھڑے تھے۔ حضرت قبلہ پر نظر پڑتے ہیں سلام عرض کیا اور مسجد کا کواڑ کھول کر ایک طرف ہٹ گئے۔ حضرت قبلہ نے سلام کا جواب دے کر دریافت فرمایا شفیع خاں تم کیا سوچ رہے تھے۔ والد محترم نے عرض کیا کہ کچھ نہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نہیں تم کچھ سوچ رہے تھے۔ تب والد محترم نے عرض کیا اگر میں سوچ رہا تھا تو اس کا کوئی تعلق آپ سے نہیں ہے۔ حضرت قبلہ والد محترم کے اس جواب کا مفہوم سمجھ گئے تھے۔ فرمایا مجھ سے تعلق کیوں نہیں، بتاؤ کیا سوچ رہے تھے۔ والد محترم نے عرض کیا کہ اگر کوئی تعلق آپ کو رکھنا ہوتا تو مسجد میں قیام کے لئے تشریف لاتے وقت مجھ سے یہ وعدہ نہیں لیتے کہ نہ تو خود اپنے کسی کام کے لئے کہو گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کرو گے۔ حضرت قبلہ نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا کہ آج تم کو بتانا ہوگا۔ یہ وعدہ خلافی نہیں ہوگی، میں خود پوچھ رہا ہوں۔ تب والد محترم نے عرض کیا کہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ جب تک دادا میاں رہے وہ اس پھاٹک کو بند کرتے رہے (پھاٹک بند کرنے سے ان کی مراد جائیداد کا انتظام کرنا تھا جس کے نکاس پر ایک بڑا پھاٹک واقع ہے) دادا میاں کے بعد بڑے چچا محمد ولی خاں صاحب مرحوم اور ان کے بعد خود والد محترم پھاٹک کو بند کرتے رہے۔ عرض کیا کہ یہ سوچ رہا تھا کہ جب میں نہیں رہوں گا تو میرے بعد اس پھاٹک کو کون بند کرے گا۔ والد محترم کی بات سن کر حضرت قبلہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد فرصت سے بات ہوگی۔

لہٰذا اس روز عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب باقی لوگ مسجد سے چلے گئے تو حضرت قبلہ نے والد محترم سے فرمایا کہ تمہارے ایک ماموں شیر علی خاں عرف شیرن خاں تھے جو حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ گنج مراد آباد شریف ضلع اناؤ سے بیعت تھے اور ہر سال اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ

نے فرمایا کہ اس وقت تم تینوں بھائی پیدا نہیں ہوئے تھے ۔صرف تمہاری بہن تھیں ۔جس طرح آج تم کو اولاد نرینہ (بیٹے) کی خواہش ہے اسی طرح تمہاری والدہ کو بھی تھی ۔تمہاری والدہ اپنے بھائی سے برابر کہتی تھیں کہ وہ اپنے پیر صاحب سے اس کے لئے درخواست کریں لیکن وہ منع کر دیا کرتے تھے کہ پیر سے کلام کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے تھے ۔ایک بار انہوں نے وعدہ کر لیا کہ پیر صاحب سے عرض کروں گا۔ لیکن وہاں پہنچ کر ان کی ہمت نہیں ہوئی ، یہاں تک کے سلام رخصت پیش کیا۔ دست بوسی اور قدم بوسی کر کے واپس ہونا ہی چاہتے تھے کہ ان کے پیر حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری بہن نے تم سے کچھ کہا تھا ۔تب تمہارے ماموں نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ یہ جانتے ہیں کہ میری بہن نے مجھ سے کچھ کہا تھا تب یقیناً یہ بھی جانتے ہوں گے کہ کیا کہا تھا ۔چنانچہ حضرت قبلہ مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے تم تینوں بھائیوں کی پیدائش ہوئی ۔لہٰذا تم بھی وہیں جاؤ ۔تم ،تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد وہیں سے فیض یاب ہو گی ۔والد محترم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماموں کو دیکھا تھا لیکن جو واقعہ حضرت قبلہ نے بیان فرمایا وہ میرے علم میں نہیں تھا اور میں محو حیرت تھا کہ حضرت میرے گھر کا واقعہ جو ان کے شاہجہاں پور تشریف لانے سے برسوں پہلے کا تھا اس طرح بیان فرما رہے تھے جیسے سب کچھ ان کے سامنے ہوا ہو۔

حضرت قبلہ والد محترم سے یہ بھی فرما سکتے تھے کہ تم حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کی دعاؤں سے پیدا ہوئے ہو، تم بھی وہیں جا کر عرض کرو ۔یا یہ فرما سکتے تھے کہ اچھا میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ چاہے گا تمہاری خواہش پوری فرما دے گا ۔لیکن حضرت قبلہ نے یہ جو تفصیل ارشاد فرمائی اس کا مقصد اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کے کشف و کرامات کا بیان کر کے والد محترم کے دل میں ان سے انتہائی عقیدت پیدا کرنا تھا اور دوسری طرف اپنی اہمیت کو کم کرنا تھا ۔بہر حال حضرت قبلہ نے والد محترم سے فرمایا کہ ۲۲/ ربیع الاول کو حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کا

عرس شریف ہوتا ہے اس وقت جانا۔ چنانچہ والد محترم حضرت قبلہ کے حکم کے مطابق
عرس شریف میں تشریف لے گئے۔ روانگی کے وقت حضرت قبلہ نے ایک خط تحریر
کر کے والد محترم کو دیا اور فرمایا کہ مولانا صاحب کے ایک آخری خلیفہ حیات ہیں ان کا
اسم گرامی حاجی محمد شفیع صاحب ہے، ان سے ملاقات کر کے یہ خط دے دینا۔ وہاں پہنچ
کر والدِ محترم نے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر
حاضری دی۔ عرس کی مصروفیت سے فارغ ہو کر حضرت حاجی محمد شفیع صاحب سے نیاز
حاصل کیا اور حضرت قبلہ کا خط پیش کیا۔ وہ بہت ضعیف تھے۔ آرام کر رہے تھے۔ پرچہ
دیکھ کر فوراً بیٹھ گئے۔ آنکھیں بند کیں، چہرہ سرخ ہو گیا کچھ دیر بعد پہلی کیفیت میں
آ گئے اور پھر زبان مبارک سے حضرت قبلہ کا حلیہ مبارکہ اور مسجد طرہ باز خاں کا نقشہ
بیان فرمایا اور فرمایا کہ ان سے میرا سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے کچھ
تعویذ عطا فرمائے اور دعا فرمائی، اور فرمایا کہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کر دی ہے
ورنہ سب کچھ کرنا انہیں کو ہے۔ مختصر یہ کہ ان جلیل القدر حضرات کی دعاؤں سے اللہ
تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ۲۷ مارچ ۱۹۵۱ء کو میری پیدائش عمل میں آئی۔

والد محترم شاید میرا نام پہلے ہی سے تجویز کر چکے تھے کیونکہ جب میری
پیدائش کی اطلاع حضرت قبلہ کو دی گئی تو آپ فوری طور پر تشریف لائے اور اذان و
اقامت پڑھی اور دریافت کیا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے۔ والد محترم نے عرض کیا کہ
غلام غوث رکھا ہے (والد محترم کے دادا یعنی میرے پردادا کا نام بھی غلام غوث خاں
تھا) حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اچھا نام ہے لیکن ہر وقت لینے کا نہیں ہے۔ میں اس کی
عرفیت لڈن رکھتا ہوں۔ راقم کی پیدائش سے پہلے جب بھی حضرت قبلہ تشریف لاتے
تو دروازہ پر ڈنڈے سے کھٹکھٹاتے اور راقم کی چچازاد بہن صفدری بیگم کو آواز دیتے کہ
اس وقت وہ گھر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ لیکن راقم کی پیدائش کے بعد تشریف
لانے پر ڈنڈا کھٹکھٹاتے اور لڈن خاں ترک کہہ کر آواز دیتے۔ لفظ ترک میرے نام
کے ساتھ کیوں استعمال کرتے تھے میرے والدین نے حضرت قبلہ کے حوالے سے

اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ فیروز اللغات میں ''ترک'' کے معنی تاتار یا ترکستان کا باشندہ، سپاہی، مسلمان اور محبوب تحریر ہے جس کی تفصیل میں یہ بھی تحریر ہے کہ یہ لوگ تُرک بن یافث بن نوح علیہ السلام سے ہیں۔ حقیقت کچھ بھی ہو اتنا واضح ہے کہ حضرت قبلہ راقم کے نام کے ساتھ لفظ ''ترک'' کا استعمال بلا وجہ نہیں کرتے ہوں گے۔ والدین کے بیان کے مطابق حضرت قبلہ زمانہ شیر خواری میں اکثر و بیشتر راقم کو مسجد میں بلوایا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ راقم ان کے اوپر پیشاب یا پاخانہ کر دیا کرتا تھا۔ حضرت قبلہ کسی کو بھیج کر گھر سے دوسرے کپڑے منگواتے اور راقم کو دھلا کر صاف کرتے، کپڑے بدلواتے اور پھر گھر بھجوا دیتے تھے۔ ایک بار راقم کی والدہ نے والد محترم سے گھر میں یہ کہا کہ اسے مسجد نہ بھیجا کرو، حضرت کو اور مسجد کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اس گفتگو کے بعد جب والد محترم مسجد تشریف لے گئے تو حضرت قبلہ نے ان سے فرمایا تم اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ مسجد کا متولی ہے اسے مسجد میں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یعنی گھر کے اندر ہونے والی گفتگو کا علم بذریعہ کشف حضرت قبلہ کو ہو گیا اور یہ کہ حضرت قبلہ کو ۱۹۵۱ء میں یہ نظر آ رہا تھا کہ ۹ر جنوری ۱۹۷۱ء کو تقریباً بیس سال بعد والد محترم کا انتقال ہو جائے گا اور راقم مسجد مذکور کا متولی ہوگا۔

حبیب حسن خاں صاحب مرحوم ساکن بابوزئی کے بیان کے مطابق حضرت قبلہ کھانے میں جو پتلی اور لمبی ہڈیاں ہوتی تھیں انہیں خوب چوس کر اور صاف کر کے رکھ لیتے تھے اور جب راقم کو بلواتے تھے تو ہاتھوں میں ایک ایک ہڈی پکڑا دیتے تھے جنہیں راقم چوسا کرتا تھا۔ جب کچھ چلنے اور صاف بولنے کا ہو گیا تو راقم سے حضرت قبلہ کو دادا میاں کہلوایا گیا۔ دادا میاں کہتے کہتے جب راقم کچھ اور بڑا ہو گیا، اس وقت سے وصال تک راقم نے حضرت قبلہ کو ولی اللہ نہیں سمجھا۔ ایک بچے کو ولایت کا مفہوم ہی نہیں معلوم تھا۔ راقم دادا میاں کہتا تھا۔ آپ کی شفقت و محبت بھی داداؤں والی تھی۔ بس راقم یہ سمجھتا تھا کہ حضرت قبلہ راقم کے والد محترم کے والد ہیں۔ اسی دوران حضرت قبلہ نے راقم کو اذان یاد کرائی، ایک سلام یاد کرایا۔ اکثر و بیشتر اذان و سلام سنا کرتے

تھے۔ پڑھنے کا صحیح طریقہ ہدایت فرماتے تھے۔ سلام کا ایک شعر محفوظ ہے۔

صبا مدینے میں مصطفیٰ سے ہم بیکسوں کا سلام کہنا
نہیں ہے کوئی بجز تمہارے ہمارا اتنا پیام کہنا

والدین کے بیان کے مطابق ۱۹۵۳ء میں جبکہ راقم کی عمر محض دو سال تھی شہر میں چیچک وبائی شکل اختیار کر گئی تھی جس کی وجہ سے زیادہ تعداد میں اموات ہو رہی تھیں۔ مرنے والوں میں بچوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اسی زمانے میں راقم کے بھی چیچک نکل آئی۔ حالت غیر ہو گئی تھی یہاں تک کہ گھر کے لوگ بالکل مایوس ہو گئے تھے۔ حضرت قبلہ روزانہ صبح و شام تشریف لاتے اور کچھ پڑھ کر دم کرتے تھے۔ ایک روز حضرت قبلہ تشریف لائے اور والد محترم سے فرمایا کہ مولیٰ چاہے گا تو اب لڑکا ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر ہاتھوں کو پھیلا کر فرمایا کہ رات بہت بڑے سر کی ایک بلا تھی جو اتر سے مسجد کے اوپر آتی تھی اور دکھن کو تمہارے گھر کی جانب جانے کی کوشش کرتی تھی، پھر واپس ہو جاتی تھی۔ کنڈیلی میں شامی کباب رکھے ہوئے تھے، وہ بلا گوشت کی بھوکی تھی وہ نیچے اتر کر میرے شامی کباب کھا گئی۔ اب لڑکا ٹھیک ہو جائے گا۔ اور الحمد للہ راقم صحت یاب ہو گیا۔ ۱۹۵۳ء میں راقم کے چھوٹے بھائی شفقت علی کی پیدائش ہوئی۔ ابھی وہ سات ماہ کا تھا کہ اس کے بھی چیچک نکل آئیں اور اس کی حالت دن بہ دن بگڑتی چلی گئی۔ حضرت قبلہ روزانہ تشریف لاتے، کافی دیر تک بیٹھ کر دم فرماتے۔ ایک روز تشریف لائے اور فرمایا کہ رات تین بار اس کے لئے دعا کرنے کھڑا ہوا اور تینوں بار گر پڑا۔ لگتا ہے مولیٰ کی مرضی نہیں ہے۔ حضرت قبلہ کے فرمانے کے اگلے روز راقم کے بھائی کا انتقال ہو گیا۔

۱۰ ر مارچ ۱۹۵۶ء کو حضرت قبلہ نے راقم کو بسم اللہ پڑھائی تھی۔ اس سے جڑا ایک واقعہ حضرت قبلہ کی عظمت کے ثبوت میں پیش ہے۔ بسم اللہ کی تقریب کے لئے جہاں گھر میں دوسرے لوگوں کے جوڑے تیار ہو رہے تھے وہیں حضرت قبلہ کا جوڑا تیار

کرنے کی تجویز بھی تھی۔لہٰذا ناپ کے لئے حضرت قبلہ کا ایک کرتا والد محترم لے کر آئے ،سفید لٹھے کا پاجامہ سلا گیا،سفید پلے کی ٹوپی اور ریشمین کرتا حضرت قبلہ کے کرتے کی ناپ کا والدہ صاحبہ نے تیار کیا۔کرتا تیار کرنے کے بعد والدہ صاحبہ نے اسے والد محترم کے ذریعہ حضرت قبلہ کی خدمت میں بھیجا تا کہ حضرت قبلہ اسے پہن کر دیکھ لیں ۔اگر فٹنگ میں کہیں کچھ کمی ہو تو ابھی وقت ہے درست کر دیا جائے ۔چنانچہ والد محترم نے جب کرتا پیش کر کے حضرت قبلہ سے پہن کر دیکھ لینے کی درخواست کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ کرتا ریشمین ہے،ریشمین کپڑا مردوں کے لئے پہننا شرعاً جائز نہیں ہے لہٰذا میں یہ کرتا نہیں پہنوں گا۔والد محترم نے گھر آکر والدہ صاحبہ کو مطلع کیا۔اگلے روز بسم اللہ تھی ۔لہٰذا فوری طور پر کرتے کے لئے سوتی کپڑا بازار سے لایا گیا اور رات میں ہی کرتا تیار کیا گیا۔اگلے روز حضرت قبلہ نے کرتا، پاجامہ اور پلے کی ٹوپی زیب تن فرما کر راقم کو بسم اللہ پڑھائی ۔حضرت قبلہ کی عظمت کی نشانی کے طور پر وہ ریشمین کرتا آج بھی راقم کے پاس محفوظ ہے۔

جب حضرت قبلہ نے مسجد طرہ باز خاں میں جمعہ کی نماز قائم فرمائی تو اس کے بعد سے حضرت قبلہ کا یہ معمول تھا کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اپنے حجرے کے سامنے تشریف فرما ہوتے ۔آپ کے خادمین و معتقدین حضرات بھی آپ کی اجازت سے بیٹھ جاتے۔پھر حضرت قبلہ راقم کو اپنے بالکل قریب گود کے پاس بٹھا لیتے اور کسی کو حجرے کے اندر سے المونیم کی قلفی لانے کا حکم فرماتے۔آپ کے حکم کی تعمیل میں قلفی لائی جاتی ۔آپ اپنے دست مبارک سے قلفی کھولتے ۔قلفی میں مٹھائی ہوتی تھی۔ حضرت قبلہ مٹھائی کے دو پیس اپنے دست مبارک سے راقم کو عنایت فرماتے تھے۔ جب راقم مٹھائی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا تو فرماتے دیکھو ابھی کھانا نہیں،پھر حجرے کے اندر سے آئینہ منگواتے ،آئینہ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر راقم کو دکھاتے اور راقم پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرماتے ” دیکھو یہ میرا الڈن ہے۔پھر آئینہ کی طرف انگشت مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے ” دیکھو اس کے اندر تمہارا الڈن“ راقم کو آئینے میں اپنا

ہم شکل نظر آتا تھا۔اس کے بعد فرماتے کہ میں نے اپنے لڈن کو مٹھائی دی تھی تمہارے لڈن کو نہیں دی تھی، اس نے چپکے سے نکال لی، دیکھو اس کے ہاتھ میں مٹھائی ہے۔ پھر فرماتے اچھا اب بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ جب راقم مٹھائی کھانے لگتا تو پھر آئینہ دکھا کر فرماتے دیکھو تمہارا لڈن نقلچی ہے۔تم کھا رہے ہو اور یہ تمہاری نقل کر رہا ہے۔راقم مٹھائی کھا کر چلا آتا اور حضرت قبلہ دوسروں کی طرف توجہ فرماتے۔ بظاہر یہ ایک کھیل تھا جو ہر جمعہ کو ہوا کرتا تھا اور راقم کو مٹھائی کی لالچ میں اگلے جمعہ کا انتظار رہا کرتا تھا۔ شعور آنے پر اس واقعہ پر غور کیا تو یہ واقعہ راقم کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ نظر آیا جس کے لئے راقم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہوگا۔

راقم دن میں کسی بھی وقت مسجد پہنچ جاتا۔حضرت قبلہ کے پاس کون بیٹھا ہے، آپ کس طرح کی گفتگو کر رہے ہیں اس سے راقم کو کوئی سروکار نہیں ہوا کرتا۔راقم آپ کی پشت کی جانب سے جا کر آپ کے کندھوں پر اپنے بازو رکھتا اور پیٹھ پر سوار ہو جاتا اور ہلا ہلا کر جھولنے لگتا۔حضرت قبلہ نے راقم کے اس عمل پر کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایک شفیق دادا کا رول ادا کیا۔کبھی ایسا ہوتا کہ والدہ سے پیسے لیکر محلہ کی دوکان سے کوئی چیز لے کر مسجد پہنچ جاتا۔ایسے ہی ایک روز دوکان سے لیمچوس لے کر مسجد پہنچ گیا وہ لیمچوس انسانی شکل کے تھے۔حضرت قبلہ نے فرمایا کیا لائے ہو دکھاؤ۔راقم نے وہ لیمچوس آپ کے دست مبارک پر رکھ دئے۔آپ نے ان کی گردن توڑ کر سروں کو ان کے دھڑ سے الگ کر دیا اور تمام ٹکڑے راقم کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا اب کھاؤ۔

جب حضرت قبلہ کا وصال ہوا اس وقت راقم کی عمر سات سال سات ماہ تھی، حضرت قبلہ کے جنازے کی زیارت کرتے وقت راقم بہت رویا، راقم کے والد محترم، حضرت انوار اللہ شاہ صاحب، حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب وغیرہ نے راقم کو تسلی و تشفی دی۔راقم کے رونے کا عمل بھی کسی ولی کامل کے وصال فرمانے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اپنے دادا کے انتقال فرمانے کی وجہ سے تھا اور اس شفقت، محبت و مہربانی کا سلسلہ ختم ہو جانے کی وجہ سے تھا جو دادا میاں (حضرت قبلہ) اپنے پوتے (راقم) سے

فرمایا کرتے تھے۔

اب الحمدللہ راقم نے عمر کے ۶۱ پڑاؤ پار کر لئے ہیں اور وہ پورے شعور کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی زندگی، اس کی شخصیت اور اس کا پورا وجود حضرت قبلہ کا مرہون منت اور مقروض ہے۔ قرض بھی ایسا جو زندگی کے آخری لمحہ تک ادا نہیں ہو سکتا۔ راقم کی یہ اوقات بھی نہیں ہے کہ وہ حضرت قبلہ کے اس قرض کی ادائیگی کر سکے۔ راقم کی خواہش وتمنا ہے کہ وہ حضرت قبلہ کا مقروض مرے، بروز قیامت آپ کا مقروض اٹھے اور حضرت قبلہ فرمائیں دیکھو وہ میرا مقروض ہے۔ حضرت قبلہ کی بزرگی کی شان یہ ہے کہ صرف راقم ہی نہیں بلکہ وصال کے بعد سے آج تک حضرت قبلہ سے نیاز حاصل کرنے والے جتنے بھی حضرات سے راقم کی ملاقات ہوئی سب نے ایک ہی تاثر دیا کہ حضرت قبلہ سب سے زیادہ اسی سے محبت فرماتے تھے۔ متفقہ طور پر سب نے یہ بھی کہا کہ ہم نے اپنی زندگی میں بہت سے بزرگ دیکھے حضرت قبلہ جیسا کوئی نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ کے درجات میں مزید رفعت عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ کے تمام خادمین ومعتقدین کی مغفرت فرمائے۔

حضرت قبلہ کے سجادہ نشین حضرت انوار اللہ شاہ صاحب کا ۱۹۷۵ء میں وصال ہو جانے کے بعد حضرت قبلہ کا کوئی سجادہ نشین نہیں ہوا۔ اُس وقت بھی صرف حضرت قدرت اللہ شاہ صاحب کی شخصیت حضرت قبلہ جیسے عظیم المرتبت ولی کامل کا سجادہ نشین ہونے کی اہل تھی لیکن وہ سخت علیل تھے اور ۱۹۷۷ء میں ان کا وصال ہو گیا اب اس مرتبہ کا کوئی شخص بظاہر نظر نہیں آتا جو حضرت قبلہ کا سجادہ نشین ہو سکے۔ مختلف طریقوں سے خواہش کئی لوگوں نے ظاہر کی لیکن شاہین کا نشیمن زاغوں کے تصرف میں نہیں دیا جا سکتا۔ راقم اس سجادہ کا خادم ہے۔ لفظ سجادہ کے تعلق سے اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہے۔ کسی ولی کامل بزرگ کے بیٹھنے کی جگہ کو سجادہ کہتے ہیں۔ بزرگ کے وصال کے بعد جو اہل شخص اس بزرگ کے سجادہ پر بیٹھتا ہے اسے سجادہ نشین کہتے ہیں۔ سجادہ ایک بے جان چیز کا نام ہے اور سجادہ نشین جاندار کا، راقم نے اس سے قبل

خطبۂ حجتہ الوداع کا مفہوم پیش کیا تھا جس کے ٹائٹل پر خود کو حضرت قبلہ کا خادم سجادہ تحریر کیا تھا۔ کچھ حضرات کو غلط فہمی ہوئی تھی اس لئے ضمنی طور پر وضاحت کر دی گئی ہے۔ راقم کل بھی خادم سجادہ تھا، آج بھی ہے اور ان شاء اللہ کل بھی رہے گا۔ سجادہ نشین ہونے کی نہ تو کوئی خواہش ہے نہ ضرورت اور نہ ہی راقم اس کا اہل ہے۔ حضرت قبلہ کا یہ کرم کافی ہے کہ انہوں نے اپنے سجادہ کا خادم بنالیا ہے۔

نہ ہو دیدار میسر تو نہ ہو
درِ جاناں کی زیارت ہی سہی
نہ ہو قسمت میں مرے ساغر مئے
ترے میخانے کی خدمت ہی سہی

دل چاہتا ہے کہ یہ تذکرہ اسی طرح جاری رہے کیونکہ ۔

کئی بار ڈوبے، کئی بار ابھرے، کئی بار طوفاں کے چکر لگائے
تلاش وطلب میں وہ لذت ملی ہے، یہ جی چاہتا ہے کہ منزل نہ آئے

لیکن حدِ انتہا تو بہرحال ملحوظ رکھنا ہے۔ لہٰذا اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

مجھ سے کم ظرف کو میخانے میں عزت بخشی
داورِ حشر تجھے اس کی جزا دے ساقی

☆☆☆

حضرت قبلہ کا مزار مبارک و آپ کے تبرکات













مینائی گرافکس
Meenai Graphics
Tarin Jalal Nagar, Shahjahanpur-242001 (U.P)
Contact : 09335997763